جلد ۱۰۵ مارچ ۱۹۸۶ء عدد ۱

ماھنامہ

ترجمان القرآن

مؤسّس

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ

ادارۂ ترجمان القرآن، اچھرہ، لاہور

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی شہرہ آفاق تصنیف

"تفہیم القرآن"

کے مختلف موضوعات کو الگ الگ کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے فی الحال

دُنیا

کے موضوع کو الگ کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ آئندہ

آنے والے موضوعات:

آخرت اور انسان ہیں

ھدیہ ———— ۱۶/- روپے

تاجر حضرات فوری طور پر رجوع فرمائیں۔ سٹاک محدود تعداد میں دستیاب ہے

ادارہ ترجمان القرآن لمیٹڈ۔ رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور۔ فون نمبر:- ۳۲۴۴۶۸ / ۶۸۶۳۶

فہرست مضامین

جلد ۱۰۵ | مارچ ۱۹۸۶ء مطابق رجب ۱۴۰۶ھ | عدد ۱

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور

۵۔ اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور

زرسالانہ تیس روپے ۔ فی پرچہ ۳/ روپے

سید حسین فاروق مودودی نے ایچ فاروق ایسوسی ایٹس لمیٹڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ترجمان القرآن اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ہمارے مُلک کی فضا ایسی ہے کہ دُنیا کی ہر سامراجی اور استحصالی قوت کی سازش یہاں چل رہی ہے۔ پہلے مارشل لا تھا تو پارٹیوں کی کالعدمیت کے دَور میں بکھرے ہوئے افراد یا کم سے کم اپنے سیاسی اجتماعی پروگراموں سے فارغ شدہ لوگ اغیار کے لیے نرم چارہ تھے۔ ہر طرف جو بے چینی اور گھٹن مارشل لا جیسے نظامِ جبریت کی وجہ سے آہستہ آہستہ بڑھتی چلی جاتی تھی، اس سے فائدہ اُٹھا کر باہر کی مخالفِ اسلام قوتوں نے زیرِ سطح خاموشی سے اُس طرح کام کیا جیسے دُنیا میں کڑے نظم کے ساتھ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہیروئن کا دھندا چلتا ہے۔ پھر جب مارشل لا اُٹھ گیا اور ایک ایسی جمہوریت قائم ہوئی جس کی پارلیمانی چھت غیر جماعتی افراد پر کھڑی کی گئی۔ ہماری نوخیز جمہوریت جس کے تحت حکمران قوت کا رشتہ عوام سے ملانے کے لیے کوئی مضبوط پارٹی سسٹم موجود نہ تھا، باہر کی تخریبی قوتوں کے لیے اور زیادہ سازگار ثابت ہوئی اور اُنہوں نے ہمارے بعض نامور سیاسی خواص کو عوامِ پاکستان کا شکار کرنے کے لیے میدان میں اُتارا اور وہ کھُلم کھُلا اس نیک کام میں لگ گئے۔

آج حالت یہ ہے کہ امریکہ، اسرائیل، روس اور بھارت سبھی کے لیے میدانِ تگ و تاز یہاں کھُلا ہے۔ قادیانی اپنا کام کر رہے ہیں۔ کمیونسٹ اپنی جگہ مصروف ہیں اور بعض دوسرے خاص خاص گروہ اپنے اپنے اُلو سیدھے کر رہے ہیں۔

"کیا عجب دیار ہے" کہ بم مارنے کی باتیں ہوتی ہیں، مسلح تیاریوں کی دھمکیاں دی جاتی ہیں، کالفظ ڈریشن کے مصرعِ طرح پر دو غزلے کہے جاتے ہیں اور ایوانِ مملکت کے ۸ کروڑ سامعین کو سنائے جاتے

ہیں، کوئی شمال سے اور کوئی جنوب سے اپنے دوستوں کو بلا لانے کا پروگرام بیان کر رہا ہے، ایک صاحب پہلے بتا چکے ہیں کہ انہوں نے اندرا گاندھی سے درخواست کی تھی کہ وہ پاکستان پر حملہ کر دے، اب وہی صاحب اس دل پسند تصور سے اظہار مسرت کرتے ہیں کہ پاکستان ٹوٹ جائے گا۔ کبھی پنجاب کے خلاف، کبھی کالا باغ ڈیم کے خلاف، کبھی مہاجرینِ افغانستان کے خلاف، بلکہ عین جہادِ افغانستان کے خلاف تقریروں اور بیانوں اور انٹرویوز میں ارشاداتِ عالیہ سامنے آتے ہیں۔

کبھی اس بات پر زور کہ مارشل لا گیا نہیں بلکہ نئی قائم شدہ جمہوریت اس کے لیے آڑ کا کام دے رہی ہے۔ کبھی یہ کہ انتخاب چونکہ غیر جماعتی تھے اس لیے ایوان نمائندہ نہیں ہیں۔ ہم ایسی جمہوریت کو کبھی نہ چلنے دیں گے۔ ہمارا ہدف تو نئے انتخابات ہیں۔ بیچ میں یہ آواز بھی آجاتی ہے کہ ہمیں نیا دستور چاہیے، کیونکہ ۱۹۷۳ء کا دستور تو ختم ہو چکا۔

کیا ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی طرح طرح کی گرم اور سرد رَوؤں کے ہوتے ہوئے کوئی ملک تعمیری راستے پر آگے بڑھ سکتا ہے، بلکہ کیا وہ سلامت بھی رہ سکتا ہے۔

بعض لوگ بھانت بھانت کی بولیوں کو سن کر کہتے ہیں کہ یہ ہے اگر جمہوریت تو الامان والحفیظ۔

افسوس ہے کہ ہمارے ہاں سیاست میں جذباتی پن تو بہت ہے، فکر و شعور کا عنصر بہت کم ہو گیا ہے۔ اختلافات بے شمار ہیں۔ وحدت و اتحاد کی بات کرنے والا کوئی نہیں۔ اختلاف حکومت سے ہوتا ہے اور زد پہ رکھ لیا جاتا ہے پاکستان اور مفاد پاکستان کو۔ پچھلے چند ماہ کی تمام تقریروں اور بیانات اور مذاکروں کے اقتباسات ایک ایک لیڈر کے کھاتے میں الگ الگ درج کیجیے اور پھر سب کو پڑھ کر دیکھیے اور رائے قائم کیجیے کہ ان ارشادات میں کتنی گہرائی ہے — ؟ سوچ میں کتنی وسعت ہے؟ کیا ان حضرات کی نگاہوں میں اسلام اور پاکستان کے تقاضے برتر ہیں؟

ہمارے ہاں منفی سیاست بڑی مروّج و مقبول ہے۔ کسی حکومت کی مخالفت، کسی جماعت کی مخالفت کسی لیڈر کی مخالفت، کسی پروگرام کی مخالفت۔ مگر دوسری طرف کوئی مثبت نظریہ اور پروگرام نہیں۔ عوام کی تعلیم و تربیت کا کوئی نقشہ نہیں۔ قوم کی فکری اور اخلاقی اٹھان کے لیے کوئی لائحہ عمل نہیں،

بس کسی کی مخالفت کرنا اور کسی کو گرانا اصل سیاست ہے اور پھر اگر اس کی جگہ خود نہ آسکیں تو پھر دوسرے کو گرانے کے پروگرام اور اس کے لیے آتشیں تقریریں۔

کئی لیڈروں نے کتابیں بھی لکھیں، مگر کسی نے اپنی پسند کے نئے نقشۂ زندگی اور نئے نظامِ سیاست کا کوئی ڈھانچہ آج تک پیش نہیں کیا۔ جو نعرہ بازی تقریروں میں ہوتی ہے، وہی ذرا بہتر شکل میں کتابوں میں آگئی۔ گزرے ہوئے حکمرانوں اور لیڈروں اور پارٹیوں کے خلاف کہانیاں اور سیاسی معاصرین کے خلاف طنز و تعریض۔ کچھ اپنے متعلق قصائد اور کچھ اپنی کہی ہوئی باتوں کی نئی وضاحتیں اور اور اپنے سابق اقدامات کی صفائی میں پیش کردہ توجیہیں!

واللہ کیا شاندار سیاست ہے!

ستم یہ ہے کہ اخبارات جو قوم کے پیسے سے چلتے اور قومی مفاد کے نگہبان اور عوام کے سچے معلم ہوتے ہیں۔ انہوں نے خالص کاروباری نقطۂ نظر اختیار کرنے کے بعد معیار یہ بنالیا ہے کہ عوام کیا پسند کرتے ہیں۔ عوام چٹ پٹا پن پسند کرتے ہیں، سیاسی رسّہ کشی پسند کرتے ہیں، تیز نوکیلے کاٹ دار فقرے پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ کیسے ہی حلقوں اور کیسے ہی لوگوں سے ملیں وہ اُن کو اُبھار کر لاتے ہیں پہلے ایک نازک مرحلے میں پریس اور بعض سیاسی اکابر نے مل کر مجیب کا غبارہ ہوا میں اتنا اُونچا اُڑایا کہ تمام لوگوں کی نظریں اس پر مرتکز ہوگئیں۔ نتیجہ ظاہر۔ اب پھر اس منڈی میں مجیب کی طرح کے افراد کی مانگ ہے۔

کسی محبِ دین و وطن کے لیے یہ حالات کتنے اذیت ناک ہیں۔

اِدھر بدقسمتی سے حکومت بھی ایسی مجبوریوں اور پیچیدگیوں کے درمیان گھری ہوئی ہے کہ جس کا جو جی چاہے کہتا ہے اور جس کا جو جی چاہے کرتا رہے، وہ بالکل اثر انداز نہیں ہوسکتی۔

پہلی کمزوری تو یہی ہوئی کہ غیر جماعتی انتخابات کرنے کے بعد ضرورت نے مجبور کیا تو پارٹی گورنمنٹ کا ایسا ڈھانچہ بنانے کی کوشش کی گئی جس میں رُوحِ قوت پوری طرح کام نہیں کر رہی۔

دوسری کمزوری یہ کہ نئی حکومت نے عوام کے ذہنی رجحانات کا لحاظ کرتے ہوئے ان کی چاہت کے مطابق چند ٹھوس، مؤثر اور محسوس و مطلوب کام کر دکھانے میں کوتاہی برتی، کوتاہی کیا وہ اس سے

گریزاں ہے۔ باقی کام نور ہے الگ، دستوری ترمیم میں کتاب و سنت کی بالادستی کی جو شق ایک بار اجمالاً منظور بھی کی جا چکی ہے اُسے اب کتاب آئین کا باقاعدہ جزو بنانے میں لیت و لعل سے کام لیا جا رہا ہے

تیسری کمزوری یہ ہے کہ بیرونی مداخلتوں، اثر اندازیوں، سازشوں اور پروپیگنڈے کے حملوں کا توڑ کرنے کے لیے جن ظاہری اور خفیہ تدابیر کی ضرورت ہے وہ پوری طرح بروئے عمل نہیں آسکی ہیں۔ نہ ملک کی سیاسی لیڈر شپ کسی پسندیدہ ملک یا قوت کے ساتھ میل جول رکھنے سے اپنے شہریوں کو باز رکھ سکی۔ کوئی غیر ملکی سفیروں سے معاملہ رکھتا ہے، کوئی باہر جا کر جس حکومت یا فرد سے چاہے رابطہ کرتا ہے، کوئی روک ٹوک نہیں، کوئی حدود نہیں، کوئی ریکارڈ نہیں۔

چوتھی کمزوری یہ ہے کہ وہ ماہرین کار کی ایک بھاری ٹیم اور پروپیگنڈا کے وسیع ذرائع اور ابلاغی اداروں پر اثر انداز ہونے کی قوت رکھنے کے باوجود اپنا امیج بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکی حالانکہ آج ضرورت ایک ایسی حکومت کی تھی کہ اس کے کارناموں، اس کے معیارات، اس کے رابطۂ عام اور اس کے امیج کی طاقت کسی کو یہ موقع نہ دیتی کہ وہ اس کی مخالفت کے نام پر ملک کے وجود، اس کے مفاد اور اس کی سوچی سمجھی پالیسیوں کے خلاف زبان کھول سکے۔

پانچویں کمزوری یہ ہے کہ حکومت اتنی قوت نہیں رکھتی کہ وہ سابق جبری اور مستبدانہ طریقوں سے ذہن کو بالکل پاک رکھتے ہوئے اپنے ایوان سے کوئی ایسا صاف اور منصفانہ قانون وضع کر سکے جس کی رُو سے اسلام یا پاکستان کے خلاف منافرت انگیزی، قومی وحدت کو ضرر رسانی بیرونی قوتوں کے حملوں یا ان کی سازشوں اور مخالفِ اسلام و مخالفِ پاکستان پالیسیوں کی حمایت جیسے معاملات عدالت کے سامنے جائیں اور دستاویزات اور شہادتوں کے ذریعے اگر کوئی جرم کسی پر ثابت ہو جائے تو اُسے اس درجہ کی عبرت ناک سزا ملے کہ مزید وبائے عام نہ پھیل سکے۔

کمزوریوں کے ان وجوہ کے ہوتے ہوئے حکمران لیڈر پراگندہ خیالی اور تخریبی رجحانات کا سارا تماشا دیکھتے ہیں اور دم نہیں مار سکتے۔

ان احوال کو دیکھ دیکھ کر اپنے دل و جگر میں تشویش و اضطراب کے کانٹوں کی چبھن زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ خیال آتا ہے کہ مملکت کی تشکیل کس لیے ہوئی تھی؟ قوم کے ارمان کیا تھے؟

اکابر کے دعاوی اور ان کی تعلیمات کیا تھیں؟ قربانیاں کس جذبے سے دی گئیں، بعد میں ہوا کیا اور اب جن سیاست کاروں کے ہاتھ میں میدان ہے وہ کیا کارنامے انجام دے رہے ہیں؟ سوچتے سوچتے آخر یوں محسوس ہوتا ہے کہ مستقبل کی ذمہ داری کا زیادہ تر بوجھ خود اپنے ہی سر ہے۔

ہمارے کرنے کا بنیادی کام یہ ہے کہ ہم اپنے خواص و عوام کو توحید کی دعوت دیں۔ ان کے سامنے اقامتِ دین کا مقصد رکھیں اور اس مقصد کے لیے انہیں تیار کریں کہ وہ خود اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ سارے معاشرے میں اسی پیغام کو آگے پھیلائیں۔

ہمیں تحریر اور تقریر کے علاوہ انفرادی سطح پر بات کر کے اپنے اپنے حلقہ ہائے ربط میں تعمیری سیاست اور تعمیر پسند قیادت کا صحیح اسلامی تصور پھیلانا چاہیے۔

بطورِ خاص یہ سمجھ لینا چاہیے کہ دوسروں کی مار چونکہ صرف تقاریر اور اخباری بیانات تک ہے اس لیے اگر انفرادی رابطوں کے ذریعے ہر سطح پر تحریک اسلامی کے کارکن اصولی و تعمیری سیاست کا شعور پیدا کرنے کی مہم میں لگ جائیں تو ایک سال کے عرصے کا زوردار کام بھی بہت نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

ہمارے لیے کامیابی کی مشکل شرط یہ ہے کہ ہم لوگ دوسروں کی اٹھائی ہوئی غلط رَو میں بہنے سے پرہیز کریں، غلط الفکر عناصر کے ٹیڑھے انداز گفتگو کو نہ اپنائیں۔ اور نہ کسی کی "حمایت برائے حمایت" اور نہ "مخالفت برائے مخالفت" کریں۔ جو چیز بھی سیاست میں مرکزِ توجہ و مقبول ہوتی نظر آئے، اپنے پچھلے اور موجودہ موقف کو بھول بھلا کر اُس نئی چیز کا علم نہ اٹھا لیں یا اپوزیشن لیڈروں کی زیادہ تعداد جدھر جا رہی ہو، اُدھر ہی نہ چل دیں۔

ہم اپوزیشن میں تو ہیں، مگر اپنے دینی اصولوں کی بنیاد پر اور اپنے تعمیری مقاصد کے لیے۔ پس ہمارا تحریکی وجود فضا میں بہت ممتاز اور نمایاں رہنا چاہیے۔

مولانا مودودیؒ کی باتیں

ادارہ

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی تلقینات، تعلیمات اور وصیتوں میں سے نہایت اساسی اور اثر انگیز باتیں مختلف عنوانات کے ساتھ میں نے اپنے لیے جمع کر رکھی تھیں۔ ان میں سے ایک حصّہ سامنے آگیا۔ وہ اس مصرع کو گنگناتے ہوئے پیش کر رہا ہوں کہ ع

باتیں ان کی یاد رہیں گی!

درخواست ہے کہ دلی توجہ سے ان عبارتوں کو پڑھیے اور پھر اُن کے آئینے میں جھانکیے کہ کیا دکھائی دیتا ہے؟ (ن ۔ ص)

بڑا دعویٰ، بڑا کام "جماعت کے ارکان کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ایک بہت بڑا دعویٰ لے کر بہت بڑے کام کے لیے اُٹھ رہے ہیں۔ اگر ان کی سیرتیں ان کے دعوے کی نسبت سے اس قدر پست ہوں کہ نمایاں طور پر اُن کی پستی محسوس ہوتی ہو تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے دعویٰ کو مضحکہ بنا کر رکھ دیں گے۔ اس لیے ہر شخص کو جو اس جماعت میں شامل ہو، اپنی دوہری ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے۔ خدا کے سامنے تو وہ بہر حال ذمہ دار ہے ہی، مگر خلقِ خدا کے سامنے بھی اس کی ذمہ داری بہت سخت ہے۔

جس بستی میں آپ موجود ہوں، وہاں عام آبادی سے آپ کے اخلاق بلند تر ہونے چاہئیں، بلکہ آپ کو بلندیٔ اخلاق، پاکیزگی سیرت اور دیانت و امانت میں ضرب المثل بن جانا چاہیے۔

آپ کی ایک معمولی لغزش نہ صرف جماعت کے دامن پر، بلکہ اسلام کے دامن پر دھبہ لائے گی اور بہت سے لوگوں کے لیے سبب گمراہی بن جائے گی۔"

(رو داد اجتماع اوّل - تقریر مولینا مودودیؒ)

مطلوب گہری تبدیلی ہے

"ہمارا طریق کار قرآن اور سیرت محمدی اور صحابہ کی سیرتوں سے سیکھیے اور اس کی عادت ڈالیے۔ آپ کو زبان یا قلم یا مثلاً ہر دن سے عوام پر سحر نہیں کرنا ہے کہ ان کے ریوڑ کے ریوڑ آپ کے پاس آجائیں اور آپ انہیں ہانکتے پھریں۔ آپ کو ان میں حقیقت اسلامی کی معرفت پیدا کرنی ہے اور عرفان حقیقت کے بعد ان میں یہ عزم پیدا کرنا ہے کہ وہ اپنی انفرادی زندگی اور گرد و پیش کی اجتماعی زندگی کو اس حقیقت کے مطابق بنائیں اور جو کچھ باطل ہو اس کو مٹانے میں جان و مال کی بازی لگا دیں۔

لوگوں کے اندر گہری تبدیلی ساحری اور شاعری سے پیدا نہیں ہوا کرتی۔"

(رو داد اجتماع اوّل - ص - ۵۰ تقریر مولینا مودودی)

تعلق باللہ

"اس تحریک کی جان دراصل تعلق باللہ ہے۔ اگر اللہ سے آپ کا تعلق کمزور ہو تو آپ حکومت الٰہیہ قائم کرنے اور کامیابی کے ساتھ چلانے کے اہل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا فرض عبادات کے ماسوا نفل عبادات کا بھی التزام کیجیے۔ نفل نماز، نفل روزے اور صدقات وہ چیزیں ہیں جو انسان میں خلوص پیدا کرتی ہیں۔ اور ان چیزوں کو زیادہ سے زیادہ اخفا کے ساتھ کرنا چاہیے، تاکہ ریا نہ پیدا ہو۔"

(رو داد اجتماع اوّل ص - ۴۷ - تقریر مولینا مودودیؒ)

مطالعۂ قرآن و سیرت النبیؐ

"جماعت کے ارکان کو قرآن اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہؓ سے خاص شغف ہونا چاہیے۔ ان چیزوں کو بار بار زیادہ گہری نظر سے پڑھا جائے اور محض عقیدت کی پیاس بجھانے کے لیے نہیں، بلکہ ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لیے پڑھا جائے۔"

(رو داد اجتماع اوّل ص ۴۷ تقریر مولینا مودودی)

نماز میں خشوع و خضوع

"نماز سمجھ کر پڑھیے، اس طرح نہیں کہ ایک یاد کی ہوئی چیز کو آپ زبان سے دوہرا رہے ہیں، بلکہ اس طرح کہ آپ خود اللہ سے کچھ عرض کر رہے ہیں۔ نماز پڑھتے وقت اپنے نفس

کا جائزہ لیجیے کہ جن باتوں کا اقرار آپ عالم الغیب کے سامنے کر رہے ہیں، کہیں آپ کا عمل ان کے خلاف تو نہیں ہے اور آپ کا اقرار جھوٹا تو نہیں ہے۔ اس محاسبۂ نفس میں اپنی جو کوتاہیاں آپ کو محسوس ہوں ان پر استغفار کرنا چاہیے۔ اور آئندہ ان خامیوں کو رفع کرنے کی کوشش کیجیے۔"

(روداد اجتماع اوّل - ص ۴۷ - تقریر مولینا مودودیؒ)

ذکرِ الٰہی "اس اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے سب سے پہلے میں آپ کو ذکرِ الٰہی کی نصیحت کرتا ہوں۔ یوں تو اللہ کی یاد انسان کی رُوحانی زندگی کے لیے ہر آن اسی طرح ضروری اور ناگزیر ہے۔ جس طرح ہماری مادّی زندگی کے لیے سانس، لیکن ان مواقع پر خصوصیت کے ساتھ اس کا اہتمام ہونا چاہیے جہاں خدا سے غفلت کے مختلف اسباب و محرکات زیادہ جمع ہو جائیں۔ ایسے مواقع پر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم لوگوں کو خاص طور پر اللہ کی یاد کے التزام کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور چونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کے لیے یہ موقع بھی ان مواقع میں سے ہے جہاں بہت سی چیزیں آپ کو خدا سے غافل کر سکتی ہیں، اس وجہ سے میں خصوصیت کے ساتھ آپ کو اللہ تعالیٰ کی یاد کی تاکید کرتا ہوں۔ یہ یاد ہی آپ کے فکر و نظر کو روشن رکھے گی اور آپ جن باتوں پر غور کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں اسی کی مدد سے ان میں آپ کو صحیح نتائج پر پہنچنے کی توفیق حاصل ہوگی۔ یہی چیز آپ کو اُس وقت ہجو اور غیبت اور دوسروں کی توہین و تحقیر سے بچائے گی جب آپ خیموں اور شامیانوں میں اکٹھے ہوں گے۔ اور یہی چیز آپ کے دلوں اور زبانوں کی ان اوقات میں حفاظت کرے گی جب کہ آپ کی رایوں میں اختلاف اور خیالات میں تصادم کی کوئی وجہ پیدا ہوگی۔ اور اس چیز کی مدد سے آپ اپنی اس مسافرانہ زندگی کے بے شمار مشکل مرحلوں میں اپنے اخلاق اور ایمان کو فتنوں سے بچا سکیں گے"۔

(افتتاحی خطاب - کل ہند اجتماع جماعتِ اسلامی بمقام الٰہ آباد ۱۹۴۶ء)

لٹریچر کا مطالعہ "جماعت کی طرف سے شائع ہونے والے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے۔ نہ صرف تازہ شائع ہونے والی چیزوں کا بلکہ پہلی مطبوعات کا بھی، تاکہ اُن کے مضامین بار بار ذہن میں تازہ ہوتے رہیں۔ خصوصاً دستور کو وقتاً فوقتاً جماعت کے اجتماعات میں پڑھا جاتا رہے"۔

(روداد حصّہ اوّل ص ۱۱۵)

اعلیٰ اکیریکٹر "اب اس پہلو پر زور دینے کی ضرورت ہے کہ اس نصب العین کے لیے جدوجہد کرنا تو درکنار، اس کا نام زبان پر لانے کے لیے بھی اعلیٰ اکیریکٹر ضروری ہے۔"

(روداد حصہ اول ص ۹۲-۹۳)

قول وفعل کی نگرانی "آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ آپ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے اٹھے ہیں۔ اس طرح کی جماعت کا فرض ہے کہ وہ ہر وقت اپنے قول وفعل کی کڑی نگرانی رکھے کہ اس سے کوئی بات ایسی نہ صادر ہو جائے جو خدا کی مرضی کے خلاف ہو۔"

(روداد حصہ اول ص -۱۰-

افتتاحی خطاب کل ہند اجتماع جماعت اسلامی - الٰہ آباد ۱۹۴۲ء)

ایک ضروری صفت "کم از کم ہمارے ابتدائی کارکن جو سابقین اولین کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کی تو یہ صفت ہونی چاہیے کہ ان میں سے ہر شخص کے اندر یہ داعیہ موجود ہو کہ اگر کوئی اس راہ پر چلنے والا نہ ہو تو وہ خود چلے گا۔ اور کوئی اکسانے والا نہ ہو تو نہ صرف وہ خود حرکت کرے گا، بلکہ دوسروں کو بھی حرکت دے گا۔"

(روداد حصہ اول - ص ۱۰۶)

تحریک اسلامی کی نوعیت اور مطلوبہ کارکن "حقیقت یہ ہے کہ یہ تحریک عام تحریکوں سے بنیادی اختلافات رکھتی ہے۔ اولاً یہ کہ اس کے سامنے پوری زندگی کا مسئلہ ہے، زندگی کے کسی ایک پہلو کا نہیں، ثانیاً یہ کہ خارج سے پہلے یہ باطن سے بحث کرتی ہے۔

جہاں تک پہلے پہلو کا تعلق ہے ہمارے سامنے کام اتنا بڑا اور اہم ہے جو اسلامی تحریک کے سوا دنیا کی کسی تحریک کے سامنے نہیں ہے اور ہم اس جلد بازی کے ساتھ کام نہیں کر سکتے جس جلد بازی سے دوسرے کر سکتے ہیں۔

پھر چونکہ ہمارے لیے خارج سے بڑھ کر باطن اہمیت رکھتا ہے۔ اس وجہ سے محض تنظیم اور محض ایک چھوٹے سے ضابطہ بند پروگرام پر لوگوں کو چلانے اور عوام کو کسی ڈھرے پر لگا دینے سے ہمارا کام نہیں چلتا۔

ہمیں عوام میں عمومی تحریک (MASS MOVEMENT) چلانے سے پہلے ایسے آدمیوں کو تیار کرنے کی فکر کرنی چاہیے جو بہترین اسلامی سیرت کے حامل ہوں اور ایسی اعلیٰ درجے کی دماغی صلاحیتیں بھی رکھتے ہوں کہ تعمیر افکار کے ساتھ اجتماعی قیادت کے دوہرے فرائض سنبھال سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں عوام میں تحریک کو پھیلانے کے لیے جلدی نہیں کر رہا۔ بلکہ میری تمام تر کوشش اس وقت یہ ہے کہ ملک کے اہلِ دماغ طبقوں کو متاثر کیا جائے اور ان کو کھنگال کر صالح ترین کو چھانٹ لینے کی کوشش کی جائے۔ جو آگے چل کر عوام کے لیڈر بھی بن سکیں۔ اور تہذیب و تمدن کے معمار بھی۔ یہ کام چونکہ ٹھنڈے دل سے کرنے کا ہے اور ایک عمومی تحریک کی طرح فوری ہلچل اس میں نظر نہیں آسکتی ہے۔ اس وجہ سے نہ صرف ہمارے ہمدرد و ہم خیال لوگ بلکہ خود ہمارے ارکان تک بد دل ہونے لگتے ہیں"۔

(روداد جماعت حصہ اوّل ص ۹۸)

صحیح تصورِ دعوت "تبلیغ صرف تقریر یا گفتگو یا تحریر ہی کے ذریعے سے نہیں ہوا کرتی، بلکہ اصل تبلیغ وہ ہوتی ہے جو ایک تخیل کے داعی اپنی پوری زندگی سے ہر آن کرتے رہتے ہیں۔ بشرطیکہ اُن کی زندگی اس تخیل کا مجسم ظہور اور اس کی زندہ شہادت بن گئی ہو۔ آپ جس تخیل کے داعی ہیں، اگر اس کے سانچے میں آپ کی زندگی پوری طرح داخل ہو تو اس تخیل کے خلاف چلنے والی دنیا میں آپ کی حالت ایسی ہوگی جیسے ایک گول سوراخ میں چوکھونٹی میخ اپنے پورے وجود سے ہر آن، ہر زاویہ پر اس گول سوراخ کے پورے وجود کے ساتھ متصادم ہوتی رہتی ہے اور ہر وقت اپنے اور اس کے اختلاف کا مظاہرہ کرتی رہتی ہے۔ یا جیسے برف خانہ میں چند دہکتے ہوئے انگارے جو اگر کوئی آواز بلند نہ کر رہے ہوں تب بھی اُن کا وہاں محض موجود ہونا ہی بجائے خود برف کے تودوں کے خلاف ایک مستقل اعلانِ جنگ ہے۔ اگر ان کے ارد گرد کوئی آتش گیر مواد موجود ہوگا تو وہ کسی وعظ کے بغیر ان سے اثر لے کر مشتعل ہو جائے گا۔ اور برف خانہ آتش کدے میں تبدیل ہو کر رہے گا۔ بے شعوری کے اسلام اور منافقانہ اسلام کا معاملہ تو دوسرا ہے۔ لیکن جب کوئی شخص اخلاص کے ساتھ شعوری طریقہ سے اسلام قبول کر لیتا ہے تو اس کے ساتھ ہی افکار، اخلاق، معیشت، معاشرت، تمدن غرض ہر شعبۂ زندگی میں اپنے

اپنے غیر اسلامی ماحول سے اس کا تصادم شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی پوری ہستی فضائے جاہلیت کے خلاف ایک احتجاج بن جاتی ہے۔ اور اس فضا میں وہ اس طرح اجنبی و نامانوس ہو کر رہ جاتا ہے جیسے سیاہ چادر پر سفید دھبہ۔

میں چاہتا ہوں کہ اس کفر و جاہلیت کے مارے ہوئے ماحول میں آپ یہی کچھ بن کر رہ جائیں تاکہ اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اس نظام کے ہر جز سے ہر ہر قدم پر آپ کا تصادم ہو اور اپنے پورے وجود سے آپ اس کے خلاف ایک مستقل اعلانِ جنگ اور ایک ابدی و دائمی احتجاج بن جائیں۔ ..... اس کے بغیر تبلیغِ افکار کی مہم سرانجام نہیں پا سکتی"۔

(رودادِ جماعت حصہ اوّل ص ۱۱۲-۱۱۳)

دعوتِ اسلامی کے فطری اثرات

"سب سے بڑی چیز جو ہمارے نزدیک ہر دوسرے نتیجہ سے زیادہ قیمتی ہے وہ یہ ہے کہ اس دعوت کا اثر جہاں جہاں بھی پہنچا ہے، اس نے مردہ ضمیروں کو زندہ اور سوئے ہوئے ضمیروں کو بیدار کر دیا ہے۔ اس کی اوّلین تاثیر یہ ہوتی ہے کہ نفس اپنا محاسبہ آپ کرنے لگتا ہے۔ حلال اور حرام، پاک اور ناپاک، حق اور ناحق کی تمیز پہلے کی محدود مذہبیت کی بہ نسبت اب بہت زیادہ وسیع پیمانے پر زندگی کے تمام مسائل میں شروع ہو جاتی ہے۔ پہلے جو کچھ دینداری کے باوجود کر ڈالا جاتا تھا وہ اب گوارا نہیں ہوتا بلکہ اس کی یاد بھی شرمندہ کرنے لگتی ہے۔ پہلے جن لوگوں کے لیے کسی معاملہ کا یہ پہلو سب سے کم قابلِ توجہ تھا کہ یہ خدا کی نگاہ میں کیسا ہے۔ ان کے لیے اب یہی سوال سب سے زیادہ مقدم ہو گیا ہے۔ پہلے جو دینی حس اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ بڑی بڑی چیزیں بھی نہ کھٹکتی تھیں۔ اب وہ اتنی تیز ہو گئی ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی کھٹکنے لگی ہیں۔ خدا کے سامنے ذمہ داری و جواب دہی کا عقیدہ اب احساس بنتا جا رہا ہے اور بہت سی زندگیوں میں اس احساس سے نمایاں تبدیلی ہو رہی ہے۔ لوگ اب اس نقطۂ نظر سے سوچنے لگے ہیں کہ دنیا کی زندگی میں جو کچھ سعی و عمل وہ کر رہے ہیں وہ آیا خدا کی میزان میں کس قدر وزن کی حامل ہو سکتی ہے یا محض ھَبَاءً مَّنْثُوْرًا بن جانے والی ہے۔ پھر الحمد للہ اس دعوت نے جہاں بھی نفوذ کیا ہے، بے مقصد زندگیوں کو بامقصد بنایا ہے، صرف ان کے مقصدِ زندگی ہی کو نہیں بلکہ مقصد تک پہنچنے کی راہ کو بھی ان کی نگاہوں کے سامنے بالکل واضح کر دیا ہے۔ خیالات کی

پراگندگی دُور ہو رہی ہے۔ فضول اور دُور از کار دلچسپیوں سے دل خود ہٹ رہے ہیں۔ زندگی کے حقیقی اور اہم تر مسائل مرکز توجہ بن رہے ہیں۔ فکر و نظر ایک منظم صورت اختیار کر رہی ہے۔ اور ایک شاہراہِ مستقیم پر حرکت کرنے لگی ہے۔"

(روداد جماعت حصّہ اوّل۔ ص ۸۱-۸۲)

رائے عام کی حمایت مطلوب

"ہمیں نہ صرف ہندوستان میں، بلکہ حتی الامکان دُنیا کے گوشے گوشے میں اپنی آواز پہنچانی ہوگی، کیونکہ کسی ایک مُلک میں کوئی حقیقی انقلاب واقع نہیں ہو سکتا جب تک کہ وسیع پیمانے پر بین الاقوامی رائے عام اس کی تائید میں تیار نہ کر لی جائے۔

— اربوں انسانوں کو ہمارے پیغام سے واقف ہونا چاہیے۔

— کروڑوں انسانوں کو کم از کم اس حد تک اس سے متاثر ہو جانا چاہیے کہ وہ اس چیز کو حق مان لیں جس کے لیے ہم اُٹھ رہے ہیں۔

— لاکھوں انسانوں کو ہماری پشت پر اخلاقی اور عملی تائید کے لیے آمادہ ہو جانا چاہیے۔

— اور ایک کثیر تعداد ایسے سرفروشوں کی تیار ہونی چاہیے جو بلند ترین اخلاق کے حامل ہوں اور اس مقصدِ عظیم کے لیے کوئی خطرہ کوئی نقصان، کوئی مصیبت برداشت کرنے میں تامّل نہ کریں۔"

(روداد حصہ اوّل ص ۶۲ تا ۶۵، ۶۶، ۶۷)

انقلاب کی پیش رو جماعت

"ہمارے پیش نظر صرف یہ نقشہ ہے کہ عوام کی سربراہی کے لیے ایک ایسی مختصر جماعت فراہم کر لی جائے جس کا ایک ایک فرد اپنے بلند کیرکٹر کی جاذبیت سے ایک ایک علاقہ کے عوام کو سنبھال سکے۔ اس کی ذات عوام کا مرجع بن جائے، اور اس کی مصنوعی کوشش کے بغیر بالکل فطری طریقے سے عوام کی لیڈرشپ کا منصب اسے حاصل ہو جائے۔

مگر صرف مرجعیت سے بھی کام نہیں چل سکتا۔ اس سے کام لینے کے لیے دماغی صلاحیتیں بھی ہونی چاہئیں تاکہ ان مرکزی شخصیتوں کے ذریعے سے عوام کی قوتیں مجتمع اور منظم ہو کر اسلامی انقلاب کی راہ میں صرف ہوں۔

ایک ٹھوس، پائیدار اور ہمہ گیر انقلاب کا لازمی ابتدائی مرحلہ یہی ہے۔ اس مرحلہ کو صبر سے طے کرنا ہی پڑے گا۔"

(روداد حصہ اوّل۔ ص ۹۹)

ماہرانہ مورچہ بندی
"خوب سوچ لیجیے کہ جس میدانِ جنگ میں آپ اُتر رہے ہیں، اس میں دشمن کے مورچے کدھر کدھر اور کس ترتیب سے پھیلے ہوئے ہیں اور اس مقابلہ میں آپ کو کس طرز پر مورچہ بندی کرنی ہے، آپ کے کمزور پہلو کون کون سے ہیں۔ آپ کی جمعیت کو کس کس پہلو سے مضبوط ہونا چاہیے۔ پیش قدمی کدھر سے ہو اور کس رفتار سے ہو۔ غرض یہ کام ہلڑ مچانے سے نہیں ہوگا۔ اس کے لیے تو ایک ہوشیار جنرل کی دُور بینی و وسیع النظری، اور اس کے ساتھ ایک نظام جماعت میں جکڑی ہوئی جمعیت کی جدوجہد مفیدِ مطلب ہے۔"

(روداد حصہ اوّل ص ۹۳)

کامیاب انقلاب کی شرطِ لازم
"کوئی نظام بھی عوام کے دلی اور رضاکارانہ تعاون اور ان کو اعتماد میں لیے بغیر نہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہو سکتا ہے اور نہ چل سکتا ہے۔ بالخصوص ایسا نظام جو ہر ہر چیز کو ایک اُصول کے سانچے میں ڈھالنا چاہتا ہو۔"

(تقریر مولینا مودودی - ۱۰ر نومبر ۱۹۵۱ء - جماعت اسلامی کا اجتماعِ عام منعقدہ کراچی - روداد جماعتِ اسلامی حصہ ششم ص ۱۳۱)

صبر، تدبر، معاملہ فہمی
جو عظیم الشان مقصد ہمارے سامنے ہے اور جن زبردست طاقتوں کے مقابلے میں ہم کو اُٹھ کر اس مقصد کے لیے کام کرنا ہے، اس کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ ہم میں صبر ہو، تدبر اور معاملہ فہمی ہو اور اتنا مضبوط ارادہ جس سے ہم دُور رس نتائج کے لیے لگاتار ان تھک سعی کر سکیں۔ بے صبری کے ساتھ جلدی جلدی نتائج برآمد کرنے کے لیے بہت سے ایسے سطحی کام کیے جا سکتے ہیں جن سے ایک وقتی ہلچل برپا ہو جائے۔ لیکن اس کا کوئی حاصل اس کے سوا نہیں ہے کہ کچھ دنوں تک فضا میں شور رہے اور پھر ایک صدمے کے ساتھ سارا کام اس طرح برباد ہو کہ مدت ہائے دراز تک اس کا نام لینے کی بھی کوئی ہمت نہ کر سکے۔" (روداد جماعت حصہ اوّل ص ۸۸-۱۹)

نمائش و اشتہار سے پرہیز
کہیں ہمارے کام میں بھی نمائش اور اشتہار کا عنصر داخل نہ ہو جائے ہم دُنیا کو دکھلانے کے لیے کام نہ کرنے لگیں۔"

(روداد جماعت حصہ اوّل ص ۷۹
مضمون رفتار کار از مولینا مودودی۔)

نظم کی دینی اہمیت "دوسری چیز جس کی اس موقع پر تاکید ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ نظم کی پوری پابندی کا خیال رکھیے۔ مختلف شعبوں نے منتظمین کی طرف سے آپ کو جو ہدایات ملیں اُن کی سرِمو خلاف ورزی نہ ہو۔ نماز کی جگہ، کھانا کھانے کی جگہ، اجتماع کی جگہ آپ کی نقل وحرکت ایک منظم اور باوقار جماعت کی سی ہو۔ کہیں ہربونگ اور ہلڑ کی صورت نہ پیدا ہوجائے — ڈسپلن کے تقاضوں کو پورا کرنا دوسروں کے نزدیک صرف ایک اجتماعی اخلاق ہے جس کی خلاف ورزی کرنے والا صرف سوسائٹی میں نکو بنتا ہے، مگر ایک مسلمان کے نزدیک اس کی حیثیت ایک مذہبی فریضہ کی سی ہے۔ جس کی خلاف ورزی سے آخرت میں خدا اور رسول کی ناخوشی بھی متصور ہے اور دنیا میں بھی انسان ذلیل ہوتا ہے — کوئی مسلمان اعلیٰ درجے کی جماعتی سیرت کے بغیر اعلیٰ درجہ کا دیندار مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ کتنے ہی روزے رکھے اور کتنی ہی نمازیں پڑھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (میں اعلیٰ درجہ کی ساری باتوں کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں)۔ اس اعلیٰ اخلاق کا سب سے اعلیٰ نمونہ اگر خود مسلمان نہ بنیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان اس مقصد سے غافل ہوگئے۔ جس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکارم اخلاق کی جو تعلیم دی اور اس کا جو اثر عربوں جیسی جاہل اور اُجڈ قوم پر پڑا اس کا کچھ اندازہ ایرانی سپہ سالار رستم کے اس فقرے سے کیا جاسکتا ہے، جو اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجوں کی نمازوں کی صفوں کو دیکھ کر کہا تھا کہ اکل عمر کبدی یعلم الکلاب الاداب۔ (عمر تو میرا کلیجہ کھا گیا ہے یہ کتوں کو ڈسپلن کی تعلیم دے رہا ہے) جس جماعت کے ڈسپلن پر ایران جیسی متمدن قوم کے سپہ سالار کو رشک آئے، اس جماعت کی جماعتی سیرت کا تصور کیجیے اور پھر اس سے اپنا موازنہ کیجیے۔"

(افتتاحی خطاب۔ کل ہند اجتماع جماعت اسلامی
بمقام الہ آباد۔ ۱۹۴۶ء۔ روداد حصہ چہارم ص ۱۲-۱۳)

جماعت کا تحفظ "جماعت کی سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو راہ راست سے نہ ہٹنے دیا جائے۔ اس میں غلط خیالات اور غلط طریقوں کے پھیلنے کو روکا جائے — اس میں نفسانی

دھڑے بندیاں نہ پیدا ہونے دی جائیں۔ اس میں کسی کا استبداد نہ چلنے دیا جائے۔ اس میں کسی دنیوی غرض یا کسی شخصیت کو بُت نہ بننے دیا جائے۔ اور اس کے دستور کو بگڑنے سے بچایا جائے۔"

روداد اجتماع اوّل۔ ص ۲۲-۲۳

تاسیسی اجلاس (۲ شعبان ۱۳۶۰ھ۔ ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء)

میں مولانا کا اوّلین خطاب۔

اسلامی نظم جماعت کے لیے تخریبی عوامل "جماعت کے اندر جماعت بنانے کی کوشش کبھی نہ کی جائے۔ سازشیں، جتھہ بندیاں، سرگوشی (COVESSING)، عہدوں کی امیدواری، حمیتِ جاہلیہ اور نفسانی رقابتیں یہ وہ چیزیں ہیں جو ویسے بھی جماعتوں کی زندگی کے لیے سخت خطرناک ہوتی ہیں۔ مگر اسلامی جماعت کے مزاج سے تو ان کو کوئی مناسبت ہی نہیں۔ اسی طرح غیبت اور تنابز بالالقاب اور بدظنی بھی جماعتی زندگی کے لیے سخت مہلک بیماریاں ہیں، جن سے بچنے کی ہم سب کو کوشش کرنی چاہیے۔"

(روداد اجتماع اوّل۔ خطاب مولانا مودودی ص ۲۴)

جماعتی انتخابات کے لیے اخلاقی فضا "انتخابات کے سلسلے میں لوگ ایک دوسرے سے نیک نیتی کے ساتھ تبادلۂ خیالات کر سکتے ہیں، مگر کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف سرگوشی اور سعی نہ ہونی چاہیے۔ شخصی حمایت و موافقت کے جذبات کو دل سے نکال کر بےلاگ طریقے سے دیکھیے کہ آپ کی جماعت میں کون ایسا شخص ہے جس کے تقویٰ، علمِ کتاب و سنّت، دینی بصیرت، تدبّر، معاملہ فہمی اور راہِ خدا میں ثبات و استقامت پر آپ سب سے زیادہ اعتماد کر سکتے ہیں۔ پھر جو بھی ایسا نظر آئے اللہ پر توکل کر کے آپ اُسے منتخب کر لیں۔"

(روداد اجتماع اوّل۔ خطاب مولانا مودودی)

عباسی دور میں فروغِ علوم

جناب عبد الرشید عراقی صاحب

(۳)

تاریخ تاریخ کا آغاز بنو اُمیہ کے دور میں شروع ہو چکا تھا۔ لیکن اس فن میں وسعت عباسیہ کے دور میں ہوئی۔ اور بنو عباس کے ساڑھے پانچ صد سالہ دور میں اس موضوع پر بے شمار کتابیں تصنیف کی گئیں۔ یہاں صرف چند مشہور و معروف کتابوں کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ کتاب التاریخ امام ابوبکر بن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ)

۲۔ کتاب التاریخ امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)

۳۔ تاریخ الکبیر
۴۔ تاریخ الاوسط
۵۔ تاریخ الصغیر
} امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری (م ۲۵۶ھ)

۶۔ کتاب تاریخ الکبیر۔ امام ابوجعفر طحاوی (م ۳۲۱ھ)

۷۔ کتاب التاریخ۔ امام ابن حبان (م ۳۵۴ھ)

۸۔ تاریخ نیشاپور۔ امام ابوعبداللہ حاکم صاحب المستدرک (م ۴۰۵ھ)

۹۔ مختصر تاریخ۔ امام ابوعبداللہ قضاعی (م ۴۵۴ھ)

۱۰۔ تاریخ بغداد۔ امام ابوبکر خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ)

۱۱۔ تاریخ ہمدان حافظ شیرویہ بن شہرداد دیلمی (م ۵۰۹ھ)

۱۲۔ اخبار مکہ امام ابوالحسن رزین بن معاویہ (م ۵۳۵ھ)

۱۳۔ جامع التواریخ قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ)

سیرت و مغازی اسلام کی ابتدائی تاریخ سیرت و مغازی سے عبارت ہے۔ اس فن کو سب سے زیادہ ترقی دی۔ وہ امام محمد بن اسحٰق (م ۱۵۱ھ) ہیں۔ ان کی وفات اگرچہ عباسی دور کے ابتداء میں ہوئی۔ لیکن ان کی نشو و نما بنی اُمیہ کے دور میں ہوئی۔ امام ابوبکر خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

> محمد بن اسحٰق نے اس فن کو اتنی ترقی دی کہ پھر اس پر کوئی اضافہ نہ کر سکا۔ انہوں نے سلاطین اور امراء کی توجہ لا یعنی قصّوں اور حکایتوں سے ہٹا کر تاریخ کی جانب پھیر دی۔ اگر اس فضیلت کے علاوہ ابن اسحٰق کی اور کوئی فضیلت نہ ہوتی کہ انہوں نے سلاطین کا مذاق بدل دیا۔ اور اُن کی توجہ بے نتیجہ کتابوں سے ہٹا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی اور آپ کی سیرت اور آغازِ عالم کی تاریخ کی جانب پھیر دی۔ تو اتنا ہی کارنامہ اور اوّلیت کا یہ فخر اُن کی فضیلت کے لیے کافی تھا۔ اس کے بعد بہت سے لوگوں نے اس فن پر کتابیں لکھیں، لیکن کوئی اُن کے درجہ کو نہ پہنچ سکا۔[1]

سیرت و مغازی کے سلسلہ میں عباسیہ کے دور میں بہت سی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ یہاں صرف چند مشہور و معروف کتابوں کی تفصیل دی جاتی ہے۔

۱۔ سیرت ابن ہشام از علامہ محمد ابن اسحٰق (م ۲۱۳ھ)
۲۔ شمائل ترمذی امام ابو عیسٰی ترمذی (م ۲۷۹ھ)
۳۔ دلائل النبوۃ امام ابو نعیم اصبہانی (م ۴۳۰ھ)
۴۔ ریاض الانس والعقلاء والانس فی معرفۃ احوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تاریخ الخلفاء۔ از امام حافظ شیرویہ بن شہر داد دیلمی (م ۵۰۹ھ)
۵۔ دلائل النبوۃ از امام ابوالحسین بیہقی (م ۴۵۸ھ)
۶۔ کتاب الشفاء از قاضی عیاض (م ۵۴۳ھ)

صحابہ کرامؓ و تابعین عظام کے حالات صحابہ کرامؓ اور تابعین کے حالات و فضائل میں بھی عہدِ بنی عباس کے علمائے کرام کی سعی و کاوش قابلِ داد ہے کہ انہوں نے صحابہ کرامؓ کے حالات، اُن کے علم و فضل

[1] تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۲۱۹

کی داستان اور اُن کے فضائل و مناقب میں بہترین اور عمدہ کتابیں تصنیف کیں۔ چنانچہ یہاں علمائے کرام کے سنِ وفات کی ترتیب سے چند مشہور کتابوں کی تفصیل پیشِ خدمت ہے۔

۱۔ کتاب مشائخ مالکؒ
۲۔ کتاب مشائخ ثوریؒ
۳۔ کتاب مشائخ شعبہ
۴۔ کتاب الطبقات
} امام مسلم بن حجاج صاحب صحیح مسلم (م ۲۶۱ھ)

۵۔ کتاب فضائل الصحابہ — امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (م ۳۰۳ھ)

۶۔ کتاب شرف اصحاب الحدیثؒ — امام ابوبکر خطیب بغدادی (م ۵۰۹ھ)

۷۔ خصائص سیدنا علی بن ابی طالبؓ — امام نسائی (م ۳۰۳ھ)

۸۔ کتاب الصحابہ
۹۔ کتاب التابعین
۱۰۔ کتاب اتباع التابعین
} امام ابوحاتم محمد بن حبان (م ۳۵۴ھ)

۱۱۔ حلیۃ الاولیا وطبقات الاصفیاء — امام ابونعیم اصفہانی (م ۴۳۰ھ)

ائمہ کرام کے حالات میں

۱۔ مناقب ابی حنیفہؒ
۲۔ اخبار ابی حنیفہ و اصحابہٗ
} امام ابوجعفر طحاوی (م ۳۲۱ھ)

سلہ اس کا مخطوطہ برلن اور مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ جماعت اہل حدیث کے ممتاز عالم مولانا محمد بن ابراہیم میمن جوناگڑھی (م ۱۹۴۵ء) ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی نے حج بیت اللہ کے سفر میں مدینہ کے نسخہ کی نقل لے کر ۱۳۴۵ھ میں محبوب المطابع دہلی سے شائع کیا تھا۔ عربی متن کے ساتھ اردو ترجمہ بھی دیا گیا تھا۔ اس میں حدیث کے ناقلین اور راویوں کے مراتب و فضائل کے متعلق حدیث و آثار اور علمائے اسلام کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ (عراقی)

۳- کتاب مناقب بن انس
۴- کتاب مناقب شافعی
} امام ابو حاتم محمد بن حبان (م ۳۵۴ھ)

چھٹی صدی ہجری کی ایک بہترین اور عمدہ تحقیقی و علمی تصنیف

چھٹی صدی ہجری میں (۵۴۴ھ) جزیرہ ابن عمر میں ایک شخص پیدا ہوا۔ جس کا نام مبارک بن محمد تھا۔ اور تاریخ میں وہ ابن اثیر جزری کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا خاندان علم و فضل کا گہوارہ تھا۔ ان کے والد کو بھی علم و فن سے اشتغال تھا۔ ابن اثیر نے اپنے وقت کے ممتاز اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کی۔ اور علمائے بغداد سے بھی استفادہ کیا۔ ابن اثیر نامور محدث اور فقہ و معرفت حدیث میں یکتا تھے۔ تذکرہ نگاروں نے اس فن میں اور اس کے متعلق علوم میں کامل مہارت کا اعتراف کیا ہے[1] تفسیر اور قرآنی علوم میں بھی کامل دستگاہ حاصل تھی[2]

ان کے بھائی عز الدین ابن اثیر ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

وکان عالماً فی عدة علوم منها الفقه والاصول والنحو والحدیث والفقه[3]

وہ متعدد علوم جیسے فقہ، اُصول، نحو، حدیث اور لغت وغیرہ کے متبحر عالم تھے۔

ابن اثیر شافعی المذہب تھے علامہ ابن السبکی (م ۷۵۶ھ) نے طبقات الشافعیہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

علمی کمالیت کے ساتھ ساتھ زہد و اتقار سے بھی متصف تھے۔ متدین اور جادۂ مستقیم پہ گامزن تھے[4]

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۳ ص ۵۴
[2] ایضاً
[3] تاریخ الکامل جلد ۱۴ ص ۱۳
[4] ایضاً

علامہ ابن عماد حنبلی (م ۱۰۸۹ھ) لکھتے ہیں -

وکان ذا بر و احسان [1]

وہ لوگوں کے ساتھ نیک اور عمدہ برتاؤ کرتے تھے.

ابن اثیر نے ۶۰۶ھ میں موصل میں انتقال کیا [2]

علامہ ابن اثیر نے متعدد بہترین علمی و تحقیقی کتابیں مختلف موضوعات پر لکھیں۔ قرآن مجید کی ایک عمدہ تفسیر کتاب الانصاب فی الجمع بین الکشاف چار جلدوں میں لکھی ۔ جس میں امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی (م ۴۳۰ھ) کی تفسیر الکشف والبیان اور ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر زمخشری (م ۵۳۸ھ) کی الکشاف عن الحقائق التنزیل کا ماحصل جمع کر دیا ہے [3]

علامہ ابن اثیر کی بہترین علمی کتاب النہایہ فی غریب الحدیث والاثر یہ غریب الحدیث میں مشہور اور بلند پایہ کتاب ہے ۔ علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس فن کی مشہور و متداول اور عمدہ کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے [4]۔ اور عاش کبریٰ زادہ اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس موضوع پر ایسی عمدہ اور جامع کتاب اس سے قبل نہیں لکھی گئی [5]

النہایہ کو لغت کی کتابوں کے انداز پر حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے اور اس میں حدیثوں کے مشکل اور غریب الفاظ کا ذکر کر کے ان کے معانی بیان کیے گئے ہیں ۔ اور ہر لفظ کی تشریح سے پہلے حدیث کا وہ ٹکڑا بھی نقل کیا گیا ہے، جس میں یہ لفظ آیا ہے ۔ لغات کی تحقیق و تشریح کے لیے دوسری حدیثوں سے نظائر اور ائمہ لغت اور شارحینِ حدیث کے بیانات بھی نقل کئے گئے ہیں ۔

اس میں صرف صحاح کی حدیثوں ہی کے مشکل الفاظ کی تشریح نہیں کی گئی ہے، بلکہ سنن، جوامع، مسانید

---

1. شذرات الذہب جلد ۵ ص ۳۳
2. تاریخ ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰۴
3. ایضاً جلد ۳ ص ۲۰۳
4. مذاہب الراوی ص ۹۳
5. مفتاح دار السعادۃ جلد ا ص ۱۱۰

اور مصنفات وغیرہ کی حدیثوں کے غریب الفاظ بھی درج ہیں ۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے ۔ اس میں الفاظ حدیث کی معرفت کی ضرورت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت، فتوحات کے بعد اہلِ عرب کے دوسری قوموں سے اختلاط کے نتیجہ میں غیر زبانوں کے الفاظ کے عربی زبان میں داخل ہونے اور اس فن کی مشہور اور اہم کتابوں کے خصوصیات وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔[1]

النہایہ ۱۲۶۹ھ میں طہران سے ایک ضخیم جلد میں چھپی تھی ۔ ۱۳۰۸ھ میں قاہرہ سے چار جلدوں میں شائع ہوئی ۔ اس ایڈیشن میں حاشیہ پر امام راغب اصفہانی کی مفردات اور ابو احمد عسکری کی تصحیفات المحدثین بھی شامل تھیں ۔ ۱۳۱۱ھ میں مصر کے مطبع عثمانیہ نے اس کو چار جلدوں میں عبد العزیز بن اسمٰعیل طہطاوی انصاری کی تصحیح کے بعد شائع کیا ہے ۔ اس کے حاشیہ پر علامہ سیوطی کی تلخیص الدر النثیر بھی چھپی ہے ۔ اور ۱۳۲۲ھ میں مطبع خیریہ نے اس کو چار جلدوں میں شائع کیا ہے۔[2]

---

[1] مقدمہ النہایۃ ص تا ۴

[2] معجم المطبوعات ج ۱ کالم ۳۵

جمعہ

جناب چوہدری عبد الواحد گوندل صاحب - گوجرانوالہ

نمازِ جمعہ کے موقع پر کاروبار وغیرہ کا حکم۔ دَورِ رسالتمآبؐ کے ایک واقعہ کی روشنی میں

نمازِ جمعہ کے موقع پر کاروبار وغیرہ کا حکم کیا ہے، اس کے بارے میں ہمیں دَورِ رسالتمآبؐ کے اس واقعہ سے رہنمائی ملتی ہے جس کی طرف آیتِ کریمہ (اذا راوا تجارۃ اولھوان انفضوا الیھا وترکوک قائما۔ الجمعہ - ۱۱) میں اشارہ پایا جاتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ کے شانِ نزول میں وارد ہوا ہے کہ مدینہ منورہ میں حضورؐ خطبہ جمعہ دے رہے تھے۔ اس وقت نمازِ جمعہ عیدین کی طرح خطبہ سے پہلے پڑھی جاتی تھی، اسی دوران ایک تاجر دحیہ بن خلیفہ تجارتی سامان لے کر آگیا۔ لوگوں کو اطلاع دینے کے لیے رواج کے مطابق قافلہ والوں نے باجا بجایا۔ اس کا طبل بجتے ہی لوگ خریداری کے لیے نکل پڑے۔ اکثر صحابہ کرامؓ اس خوف سے خطبہ چھوڑ کر خریداری کے لیے چلے گئے کہ کہیں خطبہ ختم ہونے تک سارا سامان ہی نہ ختم ہو جائے۔ ان دنوں مدینہ میں قحط کی صورتِ حال تھی۔ دحیہ بن خلیفہ عام طور پر شام سے آٹا، گندم، روغن زیتون اور دیگر غذائی اشیاء لاتا تھا۔ بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ قافلہ جب مدینہ میں داخل ہوتا تھا تو عوام تالیاں اور طبل بجا کر اس کا استقبال کرتے تھے۔ یہ واقعہ دحیہ بن خلیفہ کے مسلمان ہونے سے پہلے کا ہے۔ مسجدِ نبوی میں صرف بارہ مرد اور ایک عورت باقی رہ گئی۔ حضورؐ کے دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ مسجد میں صرف بارہ مرد اور ایک عورت موجود ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اگر یہ بھی چلے جاتے تو آسمان سے پتھر برسائے جاتے۔ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا والذی نفسی بیدہ لو تتابعتم حتی لم یبق منکم احد لسال بکم الوادی ناراً کہ اگر تم سب چلے جاتے اور ایک بھی

باقی نہ رہتا تو یہ وادی آگ سے بھر جاتی - امام دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ ۴۰ آدمی باقی رہ گئے تھے لیکن زیادہ درست یہی ہے کہ بارہ اصحاب باقی رہ گئے تھے۔ جیسا کہ جابر بن عبداللہ نے ان کے نام گنوائے ہیں اور وہ یہ ہیں - ۱- ابوبکر صدیقؓ ۲- عمر فاروقؓ ۳- عثمان غنیؓ ۴- علیؓ ۵- طلحہؓ ۶- زبیرؓ ۷- سعدؓ ۸- سعیدؓ ۹- ابوعبیدہؓ یا سالمؓ ۱۰- بلالؓ ۱۱- ابن مسعودؓ ۱۲- جابر بن عبداللہ

لہو سے مراد یہاں طبل اور باجے ہیں - ابن جریر نے حضرت جابر بن عبداللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جاہلیت میں جب لوگ نکاح کرتے تھے تو لڑکیاں باجے بجاتی تھیں۔ ایک مرتبہ باجے کی آواز سن کر لوگ رسول اللہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے چھوڑ کر باجے کی آواز پر چلے گئے تھے - ابن المنذر نے ہر دو روایتوں کو حضرت جابر ہی سے بیان کیا ہے۔ قافلے کے واقعہ والی روایت بھی اور نکاح کے واقعہ والی روایت بھی، لہٰذا عین ممکن ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا ہو۔

رزق اللہ کے ذمے ہے۔ مذکورہ واقعہ کے حوالے سے ایک توجیہ

اس آیت کے دوسرے حصے (قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ واللہ خیر الرٰزقین) میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ان سے کہو اللہ کے ہاں نماز اور رسولؐ اکرم کے ساتھ رہنے کا جو ثواب ہے وہ کھیل اور تماشہ میں نہیں ہے اور نہ تجارت میں ہے۔ اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے یعنی جس کام کو تم نے بہتر سمجھ رکھا ہے - اس کا نفع تو یقینی نہیں ہے لیکن اللہ کی طرف سے جو ثواب اور اجر ملنے والا ہے وہ یقینی بھی ہے اور بہت بڑا بھی ہے - مال و دولت سے حد سے بڑھی ہوئی محبت اور اس کی غیر معمولی حرص منع ہے - طلبِ رزق میں اعتدال و توازن کو ملحوظ رکھنا اور اس کے لیے جائز اور درست راہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ طلبِ دنیا میں اختصار اور اعتدال سے کام لو - کیونکہ جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہ تو ہر ایک کو ملے گا (المستدرک للحاکم، ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ لوگو! مالِ دنیا کی کثرت سے استغنا حاصل نہیں ہوتا - استغنا تو دل کا استغنا ہے اللہ نے جو لکھ دیا ہے وہ ضرور عطا کرے گا اس لیے حسنِ طلب سے کام لو - جو حلال ہے وہ لے لو اور جو حرام ہے اس کو چھوڑ دو۔ (ابویعلیٰ)

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ رزق بندہ کو یوں ڈھونڈتا ہے جس طرح موت انسان کو تلاش کرتی ہے (ابن حبان) اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ جتنا بندہ رزق کو تلاش کرتا ہے۔ اس سے زیادہ رزق بندے کو تلاش کرتا ہے۔

طبرانی میں ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ فرماتے تھے کہ تم میں سے اگر کوئی اپنے رزق سے بھاگے گا تب بھی رزق اس تک جا پہنچے گا۔ بالکل اسی طرح جس طرح خود انسان اپنے رزق کو تلاش کرتا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ بہترین ذکر خفی ذکر ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو ضرورت کے لیے کافی ہو۔ (ابن حبان)

حضرت کعبؓ بن مالک راوی ہیں رسول اللہ نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیے جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا جائے، بکریوں کے لیے اس سے زیادہ تباہ کن نہیں ہیں جس قدر کہ انسان کے لیے مال کی حرص اور بے جا خرچ کی روشنی ہیں۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ فرما رہے تھے اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اُس علم سے جو فائدہ رساں نہ ہو اور اس دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور اس نفس سے جو کبھی مطمئن نہ ہو اور اس دُعا سے جو سُنی نہ جائے (قبول نہ ہو)۔

بارش میں نماز جمعہ کا حکم
بارش اور کیچڑ کے عذر سے ترک جمعہ جائز ہے۔ امام بخاری نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بارش کے دن اپنے مؤذن کو حکم دیا کہ جب تم اشھد ان محمداً رسول اللہ کہہ لو تو اس کے بعد حی علی الصلوٰۃ مت کہنا بلکہ صلوا فی بیوتکم کہنا یعنی اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ کچھ لوگوں نے اس بات کو ناگوار محسوس کیا۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے کہا ایسا تو خود اس ہستی نے بھی کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھی یعنی رسولؐ اللہ نے، بیشک جمعہ فرض ہے لیکن میں اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ تم کو بارش میں گھروں سے نکالوں اور تم کیچڑ پانی میں چل کر آؤ۔ اسی طرح دوسری نمازوں کے متعلق بھی یہی ہے کہ جب راستہ بارش کی وجہ سے درست نہ ہو تو لوگوں کو نماز گھر پڑھ لینے کی اجازت دینی چاہیے۔

خطیب جمعہ کو کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے
جمعہ کے خطیب کو چاہیے کہ خطبہ کے دوران میں ان امور کی پابندی کرے

۱۔ خطبہ مختصر ہو جو ذکر الٰہی پر مشتمل ہو۔

۲۔ تقریر کرتے وقت اشارہ صرف ایک انگلی سے کرے۔

۳۔ ہاتھ میں عصا رکھے۔

۴۔ خطبہ جوش و خروش اور جذبہ سے دے۔

۵۔ خطبہ عام فہم ہو۔ آسان الفاظ استعمال کرے۔

۶۔ خطیب دورانِ خطبہ معمولی نوعیت کی خارجی بات اور کام کر سکتا ہے جیسے حضورؐ نے دورانِ خطبہ حسنؓ و حسینؓ کو اٹھا لیا تھا۔

۷۔ جب منبر پہ بیٹھے تو لوگوں کو سلام کہے۔

۸۔ اذان کا جواب دے۔

نمازیوں کو کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے

اسی طرح نمازِ جمعہ کے دوران میں مقتدیوں کو بھی مندرجہ ذیل اُمور کا خیال رکھنا چاہیے۔

۱۔ امام کے قریب بیٹھیں۔

۲۔ نیند آنے پر جگہ بدل لیں۔

۳۔ دوسرے نمازی کی جگہ پر نہ بیٹھیں۔

۴۔ خطبہ کے دوران میں خود بھی خاموش رہیں اور اگر کسی دوسرے کو خاموش کرانا ہو تو اشارے سے کرائیں، زبان سے نہیں۔

۵۔ گوٹھ مار کر نہ بیٹھیں۔

۶۔ نمازِ جمعہ کے لیے بعد میں آنے والا لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔

۷۔ جب کوئی نمازی نمازِ جمعہ کی ایک رکعت امام کے ساتھ پا لے تو اُس کو چاہیے کہ دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیر لے اُس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔ اگر وہ نمازی اُس وقت شامل ہوا کہ امام دوسری رکعت کے رکوع میں چلا گیا ہو یعنی اس کی دوسری رکعت بھی امام کے ساتھ نہ مل سکی تو وہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کے بعد ظہر کی نماز سمجھ کر چار رکعتیں پوری کرے۔

یہ اعمال ان شاء اللہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں گے۔

(ابو ہریرہ بحوالہ ابوداؤد)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

معاشی ترقی کے لیے اسلامی تدابیر

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

اسلام ایک کامل نظامِ زندگی کی حیثیت سے انسان کو معاشی میدان میں بھی کامل رہنمائی کا سامان فراہم کرتا ہے۔ اسلام معاشی ترقی کے نہ مخالف ہے اور نہ اس سے بے نیاز ہے بلکہ وہ انسان کو معاشی دوڑ میں شرکت کے لیے بعض اصول اور حدود کا پابند کرتا ہے۔ یہ حدود دراصل دوسرے بنی نوعِ انسان کے حقوق ہیں جن کو پامال کر کے کوئی معاشی ترقی مطلوب نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ معاشی ترقی نہیں بلکہ معاشی ظلم و ستم اور استحصال بن جاتا ہے اور اسلام ہر قسم کے استحصال کا مخالف ہے۔

معاشی ترقی صرف وہی معتبر اور جائز ہے جس میں عدل و انصاف اور اعتدال و توازن ہو اور جس سے طبقات پیدا نہ ہوں۔ معاشرے کے تمام افراد میں اخوت و ہمدردی اور مساوات کے احساسات موجود ہوں۔ اسلامی معاشرے میں نسلی اور مالی امتیازات کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ اسلام سارا زور عبادات پر صرف کرتا ہے۔ کوئی نفس کشی اور رہبانیت کو اپنا محور و مرکز بناتا ہے۔ یہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش کردہ اسلامی تصورِ حیات ہی ہے جو متوازن و معتدل اور مکمل ہے۔ انسان کو پیدائش سے قبر تک اور قبر سے آخرت تک کے حساب و کتاب کی پوری رہنمائی دیتا ہے۔

انسانی زندگی چونکہ ایک وحدت ہے اس لیے اس کی ضروریات کے سارے شعبے چاہے وہ سیاست کا ہو، معیشت کا ہو یا اخلاق کا، سب آپس میں باہم مربوط ہیں اور سب ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہیں۔ ایک شعبہ مفلوج کر دیا جائے تو دوسرے پر زد پڑتی ہے،

اس لیے اسلامی انقلاب اپنی برکات دکھانے کے لیے نفاذ میں اپنی کاملیت کا مطالبہ کرتا ہے۔
اسلام کا نظامِ عبادات اگر کائنات کے متعلق بنیادی تصوّر دے کر انسان کے لیے یکسوئی فراہم کرتا اور دل و دماغ کو پاکیزگی مہیا کرتا ہے تو سیاسی نظام معاشرے کے اس پاکیزہ فضا کو قائم رکھنا اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ داخلی طور پر پیدا ہونے والی خرابیوں اور خارجی اثرات کا پوری قوت سے قلع قمع کرتا ہے اور بدی کو مٹانے اور نیکی کو پروان چڑھانے کے لیے قانون اور سیاسی قوت کو استعمال کرتا ہے۔ اس کا معاشرتی نظام خاندان کو معاشرے کی اکائی تصوّر کر کے خاندان کی فلاح و بہبود اور باہمی خوشگوار تعلقات کو قائم کرتا ہے۔ اقتصادی نظام معاشرے کے ہر فرد اور خاندان کو رزق حلال حاصل کرنے کے مساوی مواقع فراہم کرتا ہے اور وسائلِ رزق پر کسی فرد، خاندان، گروہ یا ریاست کو قابض ہونے اور عام لوگوں کو مجبور ہو کر پیٹ بھرنے کے لیے غلامی کرنے سے نجات دلاتا ہے۔

آپ نے اسلامی معاشرے میں ایسا ہی ایک متوازی، معتدل، منصفانہ اور ہر قسم کے استحصال سے پاک معاشی نظام قائم کیا تھا جس کے نتیجے میں طبقاتی کشمکش، معاشی استحصال، معاشی طبقہ بندی اور گروہ بندی کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ ہر شخص کا یہ بنیادی حق تھا کہ وہ معاش حاصل کرے اور روٹی، کپڑے، مکان جیسی بنیادی ضروریات کے لیے نہ ضمیر فروشی کرے اور نہ ذلیل و رسوا ہو۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بعض بنیادی اُصول طے کر دیئے گئے تھے۔

۱۔ فرد کی آزادی اسلامی معاشرے میں بنیادی اُصول کے طور پر سب سے پہلی فرد کی آزادی کے حق کو تسلیم کیا گیا۔ یہ حق صرف تسلیم ہی نہیں کیا گیا بلکہ پورے اسلامی نظام کی قوت اس حق کی پشت پر لا کر کھڑی کر دی گئی تاکہ افراد کو ہر شعبۂ زندگی میں شرافت اور پاکیزگی کے حدود میں رہتے ہوئے سیاسی اور اقتصادی میدان میں پوری پوری آزادی حاصل رہے۔ یہ اُصول اس لیے ناقابلِ فراموش ہے کہ ہر انسان کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونا اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ اسے وہ آزادی حاصل ہو جس سے وہ اپنی صلاحیتوں، فطری قوتوں اور فہم و فراست کا کھل کر مظاہرہ کر سکے۔ اور نیکی اور بدی کے دونوں پلڑوں میں جو کچھ جمع کرنا چاہتا ہے خود اپنی مرضی سے جمع کر سکے۔ اگر اس کی آزادی کو زنجیروں میں جکڑ دیا

جائے اور زبردستی اس سے ایک ہی طرح کے کام کرائے جائیں تو آخرت میں جواب دہی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ البتہ اسلامی قانون صرف اس جگہ آکر فرد کا راستہ روکتا ہے جہاں دوسرے افراد کو ضرر پہنچانے کا خطرہ پیدا ہو اور معاشرے کی پاکیزگی اور دوسروں کے حقوق اس اصول کے تحت متاثر ہوتے ہوں۔

استحصال سے آزاد معاشی جدوجہد دُنیا میں جتنے اقتصادی نظام بھی رائج رہے ہیں اور جتنے انسانی گروہ بھی پائے جاتے ہیں، سب نے معاشی استحصال کی سخت مخالفت کی اور اسے ختم کرنے کا دعویٰ کیا لیکن ہر نظام اور اس کے ماننے والے گروہ کے نزدیک معاشی استحصال صرف وہی ہے جو اس کے تصوّرِ استحصال سے مطابقت رکھتا ہو۔ اشتراکیت ذاتی ملکیت کو استحصال سمجھتی ہے لیکن اگر تمام وسائلِ رزق پر ریاست قابض ہو کر لوگوں کا استحصال کرے تو اُس کے نزدیک یہ استحصال نہیں ہے۔ اِس کے برعکس سرمایہ داری نظام کو شخصی ملکیت اور لامحدود ملکیت میں استحصال نظر نہیں آتا۔ اس کے نزدیک استحصال ذرائع و وسائل پر ریاست کا قابض ہونا ہے حالانکہ انسان اس حقیقت سے ہمیشہ واقف رہا ہے کہ استحصال دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ ریاست بھی اس کا ارتکاب کرتی ہے اور فرد بھی۔ دونوں کا طرزِ عمل انسانی فطرت سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتا۔

اسلام ان دونوں انتہاؤں سے ہٹ کر اعتدال کی ایک ایسی راہ تجویز کرتا ہے جس میں فردِ واحد اور معاشرے دونوں کے مصالح کی پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ فرد اور معاشرے میں حقوق و فرائض متعین کر دیے جاتے ہیں۔ دولت کے حصول اور مصارف کو اللہ تعالیٰ کے قانون کے ماتحت کر دیا جاتا ہے۔ جس میں نہ تو فرد کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ معاشرے کے مفاد کو نقصان پہنچتا ہے، البتہ دونوں کے درمیان توازن و تعاون کی اسپرٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ استحصال کا تصوّر ہی بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے خیرخواہ اور تعمیر و ترقی میں ایک دوسرے کے مددگار بن جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ زندگی کے اعلیٰ مقاصد حاصل کرنے میں مشترکہ کردار ادا کرتے ہیں۔

بااصول معاشی جدوجہد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشی توازن پیدا کرنے کے لیے

بنیادی طور پر دو کام سرانجام دیئے۔ سب سے پہلے تو آپ نے لوگوں کے دلوں سے دولت کی ہوس کو نکالا۔ پھر اُس کے بعد دولت کمانے اور خرچ کرنے دونوں اُمور پر حلال و حرام کی قیود لگا دیں۔ اس لیے کہ ان دونوں کاموں کی گمراہیاں اور بے راہ رویاں ہی معاشی میدان میں تمام بُرائیوں، استحصال اور ظلم کو جنم دیتی ہیں۔ ان دونوں تدابیر سے اسلامی معاشرے میں معاشی جدوجہد ایک با اُصول اور پابند اخلاق جدوجہد بن گئی اور بے تحاشا لوٹ اور بے تحاشا مصارف کا بازار سرد پڑ گیا جس سے معاشی زندگی میں اعتدال کا توازن آگیا۔

ہوسِ زر کا استیصال اسلام نے ہوسِ زر کی شدت سے مذمت کی۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا: ”جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دو۔“ (توبہ)

مزید فرمایا:

”تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹنے کی فکر نے مستغرق کر رکھا ہے۔ قبر میں جانے تک تم اسی فکر میں منہمک رہتے ہو۔ یہ ہرگز تمہارے لیے نافع نہیں ہے۔ جلدی ہی تم کو اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔“

(التکاثر)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے فرمایا: ابوذر! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ لبیک۔ آپ نے فرمایا: ”آج جو لوگ زیادہ رکھتے ہیں کل قیامت کے دن وہی مفلس ہوں گے۔ بجز ان کے جو ایسا کریں۔ آپ نے اپنے ہاتھ دائیں بائیں سامنے اور پیچھے پھیلاتے ہوئے کہا اور ایسے لوگ کم ہی ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا: ابوذر! میں نے عرض کیا ارشاد اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ

پہ قربان ۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ میرے پاس "اُحد" جتنی دولت ہو اور میں اُسے راہ خدا میں خرچ کرتا رہوں، لیکن مروں تو اس میں سے دو قیراط بھی چھوڑ جاؤں ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مراد کیا دو قنطار سے ہے ۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں دو قیراط ۔ پھر آپ بولے ابوذر تم زیادہ کی طرف جاتے ہو اور میں کم کی طرف"۔

اس طرح آپ نے اپنے ساتھیوں کو تربیت دی اور اُن کو بتایا کہ اہلِ ایمان کے لیے دولت، سونا چاندی جمع کرنا یا اس کی ہوس میں مبتلا ہونا تباہی ہے ۔ اور یہ کہ اسلامی معاشرہ دولت کو گردش میں رکھنے کا روادار ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے فائدہ اُٹھاتے رہیں اور کوئی شخص بھی دولت پہ سانپ بن کر نہ بیٹھ جائے ۔

اسی طرح ہر شخص سے آخرت میں جو پانچ سوال ہونے والے ہیں ان میں یہ سوال نہایت اہم ہے کہ دولت کس ذریعے سے کمائی اور کن کاموں پہ خرچ کی ۔ ان سوالات کا جواب دیے بغیر انسان کے قدم عرصہ محشر سے ہٹ نہ سکیں گے ۔

پابند حدود معاشی جدوجہد اسلام نے اپنے نظامِ معیشت میں بے جا خرچ پر پابندی عائد کی ہے ۔ یہ کام دوسرے نظام نہیں کرتے ۔ کسی نظام کا صرف یہ مطالبہ ہے کہ جو کچھ کماؤ جیسے بھی کماؤ اور جس طرح بھی کماؤ بس اس میں سے ریاست کا حصہ ضرور ادا کردو نیز یہ کہ زیادہ سے زیادہ کماؤ تاکہ ریاست کو بھی زیادہ سے زیادہ حصہ مل سکے اور کوئی نظام تو فرد کو ریاست کا محتاج کردیتا ہے لیکن اسلام ناجائز اخراجات پر پابندی لگا کر استحصال کے دروازے بند کردیتا ہے ۔

ارشاد ہوا ۔

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو ۔ آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری باہمی رضامندی سے ۔"

(النساء)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

آپ نے فرمایا:

"ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص حرام مال کمائے اور اس سے صدقہ خیرات کرے تو وہ (عنداللہ) قبول کر لیا جائے یا وہ اس میں سے خرچ کرے تو اس میں برکت ہو سکے۔ وہ ایسے مال کو اگر اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو یہ اس کے لیے راہ جہنم کا توشہ ثابت ہوتا ہے۔ اور اللہ برائی کی تلافی برائی سے نہیں کرتا بلکہ برائی کو اچھائی ہی کے ذریعے مٹایا جا سکتا ہے۔ ناپاک چیز، ناپاک چیز کا دفعیہ نہیں کر سکتی"۔

(مصباح السنہ فی الصحاح)

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

"حرام مال پر پلا ہوا گوشت پروان نہیں چڑھتا بلکہ اس کا اصل ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے"۔ (ترمذی نسائی)

(باقی)

مقبوضہ کشمیر میں فوجی کارروائی

رسالہ پریس جا رہا تھا کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی حکومت کی طرف سے فوج کے ذریعے مسلمانوں پر مظالم ڈھانے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اندیشہ ہے کہ اس کا دور رس مقصد علاقے کو مسلمانوں سے خالی کرانا نہ ہو۔ ہم اس موضوع پر آئندہ شمارے میں "حالات و مقامات" کے صفحات میں گفتگو کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

(ادارہ)

حالات ومقامات

جناب عبد الہادی احمد صاحب

ترکیہ میں اسلام اور لادینیت کی کشمکش

ترکی میں ایک طرف اسلامی نظریات و تصورات زور پکڑ رہے ہیں اور دوسری طرف یہی چیز حکومت کے سربراہ، فوجی جرنیلوں اور لادینیت پسندوں کے لیے باعثِ تشویش بن رہی ہے۔ گذشتہ دنوں استنبول یونیورسٹی میں نئے تعلیمی سال کے آغاز پر تقریر کرتے ہوئے صدر ترکی کنعان ایورن نے دینی تحریکوں کے بڑھتے ہوئے اثرات کا ذکر خاص طور پر کیا۔ انہوں نے کہا:

"رجعت پسند مذہبی تنظیمیں مختلف بھیسوں میں اپنی سرگرمیوں میں اضافہ کر رہی ہیں۔ ہم اس صورتِ حال پر گہری نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ میں نوجوانوں کو اس سے خبردار اور ہوشیار رہنے کی تلقین کرتا ہوں۔ ہماری یونیورسٹیوں کو رجعت پسندی اور مذہبی قدامت پرستی کے خلاف مضبوط قلعے بن جانا چاہیے"۔

چند روز بعد ترکی کے صدر نے ٹیلی وژن سے خطاب کرتے ہوئے قوم کو جن خطروں سے آگاہ کیا، ان میں کمونزم اور فاشزم کے ساتھ "مذہبی رجعت پسندی" کا نام بھی لیا۔ ٹی وی کے ناظرین نے اس تقریر کے دوران جناب ایورن کو شدید غصے میں دیکھا۔ خصوصاً اُس وقت اُن کے لہجے کی تلخی اور چہرے کا رنگ دیدنی تھا جب انہوں نے مذہبی طبقے کی "حماقتوں" کا ذکر کرتے ہوئے کہا

"یہ کیسی احمقانہ، جارحانہ اور غیر آئینی تجویز ہے جو کچھ لوگوں نے پیش کی ہے کہ قوم کے سربراہ کی حیثیت سے مجھے نماز جمعہ کی امامت کرنی چاہیے"۔

مذہبی تحریکوں پر کنعان ایورن کی تنقید کے بعد اخبارات اور ذرائع ابلاغ میں تو جیسے بھونچال سا آگیا۔ تیز و تند مضامین اور اداریے لکھے گئے اور دینی طبقے کی سرگرمیوں کو ملک و قوم کی سلامتی کے منافی قرار دیا گیا۔ اُدھر حکومت کی مخالف لادین جماعتوں کی بن آئی۔ انہوں نے مذہبی عناصر کی شوریدہ سری کو حکومت کی لاپروائی اور غفلت شعاری کا نتیجہ قرار دیا۔ بعض نے تو یہ تک کہہ دیا کہ مذہبی رجعت پسندوں کو تحفظ خود حکومت فراہم کر رہی ہے۔ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نے اپنی پریشانی کا ذکر یوں کیا:

"رجعت پسندی کا ہمارے ملک میں احیاء ہو رہا ہے۔ اس کے ارتقاء میں حکومت کا اہم حصہ ہے، خصوصاً نشریات کا کردار تو بے حد پریشان کن ہے۔ اتاترک کی اصلاحات بالخصوص سیکولرزم سے بتدریج کنارہ کشی کی روش اپنائی گئی ہے۔ ہم ہر شعبے میں بنیادی اداروں کو بے جان کر کے عثمانی دور کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں اسلامی قوتوں کو بارہا زائد بھی جبریت کا سامنا کرنے کے باوجود ترکی معاشرے میں خاصا نفوذ حاصل ہوا ہے۔ عام مسلمانوں میں اسلام سے شیفتگی میں اضافہ اور نوجوان نسل میں اسلام کی ترقی کے لیے جدوجہد کرنے کا شعور عام ہو رہا ہے۔ ایک معروف ترک صحافی کے بقول:

"سترہ اٹھارہ برس کے نوجوان اسلامی تحریکوں سے زیادہ آسانی اور زیادہ تیزی سے متعارف ہو رہے ہیں۔ اگرچہ متعین طور پر یہ بتانا مشکل ہے کہ معاشرے میں ان کا تناسب کیا ہوگا، لیکن یہ بات آسانی سے کہی جا سکتی ہے کہ کمیونزم پر پابندی کی وجہ سے میدان میں ان کا مزاحم کوئی نہیں رہا۔"

اسلامی قوتوں کو نوازنے کا الزام لگانے والے لوگ کہتے ہیں کہ وزیراعظم ترگت اوزال خود مذہبی آدمی ہیں۔ اوزال کی پارٹی مدر لینڈ میں پروفیسر ارباکان کی سابق ملی سلامت پارٹی کا اچھا خاصا گروپ شامل ہو چکا ہے۔ کچھ واقعات بھی بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں جن سے بعض اصحابِ اقتدار کا دین کی طرف جھکاؤ ثابت کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ وزیر تعلیم

نے کھلے بندوں ڈارون ازم پر تنقید کی۔ سکولوں میں مذہبی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی ہے بلکہ یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ عربی کو نصاب میں شامل کیا جائے۔

ایک معروف اخبار "حریت" نے انقرہ کے محکمہ امورِ مذہبی کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے لکھا ہے کہ اس محکمے نے ایسی کتابیں اور رسالے چھاپے ہیں جن سے لادینیت دشمنی (یعنی دین داری) کی بو آتی ہے۔ اخبار نے بعض کتابوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ان میں "مسلمان عورت" اور "کتابِ حج" کا فوری نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔ "کتابِ حج" کی ذیل کی عبارت کے حوالے سے اس کتاب کو خطرے کے الارم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ "خطرناک عبارت" ملاحظہ ہو:

"آپ مسجد، مکتب یا دفتر میں داخل ہوں تو پہلے دایاں پاؤں اندر رکھیں اور غسل خانے، طہارت گاہ یا ہوٹل میں جائیں تو پہلے بایاں پاؤں اندر ڈالیں"

اخبار کے خیال میں حکومت کی ایسی مذہبی سرگرمیاں ناقابلِ معافی ہیں۔ اسی محکمے کی ایک اور غلطی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے "حریت" لکھتا ہے کہ ہر سال اس محکمے کے شائع کردہ قرآن کے ساٹھ ہزار نسخے فروخت ہو رہے ہیں۔

ترکی پریس کا یہ عجیب تضاد ہے کہ مذہبی سرگرمیوں کے خلاف تو ایسی شدت، مگر بے حیائی اور فحاشی کے فروغ کے لیے ہر قسم کی مساعی میں پیش پیش۔ یہاں تک کہ ترکی کو وہ پہلا اسلامی ملک ہونے کا اعزاز حاصل ہو گیا ہے جو امریکہ کا بدنامِ زمانہ عریاں جریدہ "پلے بوائے" اپنے ہاں شائع کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے یہ رسالہ امریکہ کے علاوہ چند یورپی ممالک میں سے شائع ہوتا تھا۔ کئی دوسرے اخبار اور رسائل مثلاً "ارکیک"، "پیریو"، "گوز سے"، "مناریو"، "سبھالگر" رہے ہیں (یہ رسالہ "پلے بوائے" کی طرز کا ہے) بھی شائع ہوتے ہیں۔ ان میں عریانی اور فحاشی کا باقاعدہ مقابلہ ہے۔ ملک میں بے حیائی کو روکنے کے لیے حکومت نے اسمبلی میں بل پیش کر رکھا ہے، لیکن ترک دوشیزاؤں کو عالمی مقابلہ ہائے حسن میں شرکت کرنے کی عام اجازت ہے۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق حکومت نے "پلے بوائے"

۱؎ پاکستان کی تحریکِ ترقی نسواں کی بھی رال ایسی ہی عظمتوں کے لیے ٹپک رہی ہے (مدیر)

اور "پلے بن" کے خلاف کارروائی کا فیصلہ کیا ہے)۔

حریت کی طرح اخبارِ "ملیت" بھی اسلام دشمنی کا خصوصی نقیب ہے۔ یہ اکثر مسلمانوں کی شکایات حکام بالا کے سامنے پیش کرتا اور اتاترک کے معنوی بیٹوں کو خبردار کرتا رہتا ہے کہ وہ ہوشیار رہیں ورنہ اسلام کے نام لیوا ان کے ایوانِ تجدد کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ گذشتہ دنوں "ملیت" نے اپنی ایک اشاعت میں ایسی نو پارٹیاں گنوائیں جو ترکی کے نظام کے لیے "تباہی" کا پیش خیمہ ہیں۔ ان پارٹیوں کو اخبار نے "مذہبی انتہاپسند تنظیموں (ACTIVIST RELIGIOUS ORGANISATIONS) کا نام دیا اور لکھا کہ یہ روز بروز زور پکڑ رہی ہیں۔ ان پارٹیوں میں کالعدم ملی سلامت پارٹی اور اس کے عسکری بازو اکلنجر "یورش گر" (THE RAIDER) کو سب سے خطرناک بتایا گیا ہے۔ ملیت نے سیکورٹی کے انسپکٹر جنرل صفت ادلیکان کے ایک بیان کے حوالے سے لکھا ہے کہ پولیس ان "خطرناک" تنظیموں پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہے۔ اور وہ جب چاہے ان پر ہاتھ ڈال سکتی ہے[1]" ملیت نے محمود ہوکا کے معاملے پر بھی توجہ مبذول کرائی ہے۔ محمود ہوکا معروف عالم دین اور نقشبندی تحریک کے رہنما ہیں۔ ملیت نے محمود ہوکا پر "فردِ جرم" عاید کرتے کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> "انھوں نے استانبول کی فتح مسجد میں ۳۵۰۰ خواتین کے اجتماع سے خطاب کیا۔ تمام خواتین پردے میں لپٹی ہوئی تھیں۔ ہوکا نے انھیں ٹیلیوژن دیکھنے سے منع کیا۔ انھیں تنبیہ کی کہ جو لوگ فحاشی اور بے حیائی کے کاموں میں شریک ہوں گے، اللہ کے نور سے محروم رہیں گے، نیز تاکید کی کہ عورتیں مردوں کی مجالس / بالخصوص شراب نوشی کی محفلوں میں شرکت نہ کریں۔ مردوں سے ہاتھ نہ

---

[1] تحریک احیائے اسلام کے لوگوں کو امریکہ و روس کی زبان میں مذہبی انتہاپسند کہا جاتا ہے یا بنیاد پرست ــــ اور یہ ہر جگہ "خطرناک" شمار ہوتے ہیں۔ خود مسلمانوں کی نگاہ میں بھی۔ (مدیر)

ملائیں اور اجنبی مردوں سے بات بھی نہ کریں"۔

ایسے حالات میں یہ اللہ ہی کا فضل ہے کہ ترکی میں تحریک اسلامی کئی برس سے زیر سطح تموج پیدا کر رہی ہے۔ کاش کہ ترکی اور دوسرے مسلم ممالک کے حکمرانوں کو یہ سادہ سا نکتہ سمجھ میں آجائے کہ بار بار ابھرتے والی ایسی عظیم تاریخی قوت کو دبانے کے لیے ہر چند سال بعد قومی قوت ضائع کرنے سے ہزار درجے بہتر یہ ہے کہ وہ اس کے تقاضوں کا احترام کرتے ہوئے نظام چلائیں۔ اس طرح مسلم ممالک کی توانیں داخلی تصادموں میں برباد نہ ہوں گی۔

اردن اور شام کا سمجھوتہ اردن و شام کے مابین حالیہ معاہدہ ہونے پر فوری خدشہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ شام میں انتہائی مصائب بھگتنے کے بعد اب اُردن میں بھی اخوان المسلمون پر ابتلا کا آغاز ہونے والا ہے (بلکہ دراصل ہو چکا ہے) کہا جاتا ہے کہ شام نے شاہ حسین سے یہ منوا لیا ہے کہ وہ شام سے بھاگ کر اُردن میں پناہ لینے والے اخوانیوں کی حمایت سے دست کش ہو جائیں گے۔ اور پی۔ ایل۔ او کے سربراہ یاسر عرفات کی دوستی سے منہ موڑ کر معاہدہ عمان ختم کر دیں گے۔

گزشتہ دہ سالہ دور میں اُردن اور شام کے تعلقات بے خراب رہے ہیں۔ شاہ حسین شامی حکومت کو "مرتدوں کا ٹولہ" اور صدر اسد اُردن کو "مصنوعی وجود" کہتے رہے ہیں۔ یہ نفرت اُس وقت مزید شدت اختیار کر گئی تھی، جب شام نے اُردن میں اخوان کے کیمپوں پر حملے کرنے کے لیے باقاعدہ گوریلا دستے بنا لیے۔ اگرچہ سعودی شہزادہ عبداللہ کی کوششوں سے متوقع لڑائی ٹل گئی۔ لیکن کچھ ہی دنوں بعد بیروت میں اُردن کا ایک اعلیٰ افسر شامیوں نے اغوا کر لیا۔ اس کے جواب میں اُردن نے بہت سے شامی باشندے اس الزام میں گرفتار کر لیے کہ وہ شہزادہ بدران کو قتل کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ ۱۹۸۲ء میں شام کی بعثی فوج نے جب اخوان کے خلاف کارروائی میں ہزاروں افراد شہید کر دیئے اور ہزاروں ہجرت کر کے دوسرے ملکوں میں چلے گئے تو اس موقع پر شاہ حسین نے ان کی دلجوئی کی تھی۔ شاید اس وقت انہیں شام کے خلاف سرد جنگ لڑنے کے لیے اخوانیوں کی ضرورت تھی۔ اُردن اپنے مخصوص معاشی اور سماجی حالات کی بنا پر طویل مخاصمت کا متحمل نہ تھا۔ ملک معاشی طور پر مسلسل بحران سے

دو چار ہے اور مذہبی طبقے کا حکومت پر دباؤ بڑھتا جا رہا ہے کچھ برسوں سے اُردن کی جدید نسل تیزی سے اسلامی اثرات قبول کر رہی ہے۔ اخوان کا اثر و نفوذ بڑھ رہا ہے۔ اسلامی شعور میں اضافہ ہو رہا ہے۔ خواتین اور طالبات پردے کو اپنا رہی ہیں۔ لوگ اسلامی نظام اور انقلاب کی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ حالات مصر کے سابق صدر سادات اور سوڈان کے نمیری کی طرح شاہ حسین کے لیے بھی پریشانی کا باعث ہیں۔ شام سے تازہ معاہدے کا یہی پس منظر ہے۔

اُردن کے نئے وزیر اعظم زید الرفاعی شام کے پسندیدہ شخص ہیں۔ گزشتہ دنوں شاہ حسین نے انہیں وزیر اعظم کو ایک خط لکھا جس میں یہ معنی خیز فقرہ بھی تھا کہ

"مجھے اور ہمارے وطن کے لاکھوں وفادار شہریوں کو دھوکا دیا گیا ہے"

انہوں نے "دھوکا دہی" کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھا کہ مٹھی بھر بددیانت افراد مذہب اور اس کی تعلیمات کی آڑ میں دھوکا دے رہے ہیں۔ شاہ حسین نے خبردار کیا کہ ان لوگوں کو زیادہ عرصے تک چھوٹ نہ دی جائے گی۔ اس خط کو اُردن کے ٹیلی ویژن اور شام کے ریڈیو سے نشر کیا گیا۔ شاہ حسین کے خط کا جواب وزیر اعظم رفاعی نے یوں دیا کہ وہ شاہ کے احکام کی پیروی کریں گے اور دھوکا بازوں سے اچھی طرح نمٹ لیں گے۔ اس کے بعد زید الرفاعی دمشق گئے اور حافظ اسد سے مذاکرات کیے جن کے نتیجے میں مذکورہ معاہدہ عمل میں آیا۔

اخوان اور "مذہبی لبادے" میں "دھوکا" دینے والوں کو سبق سکھانے کے لیے پہلا قدم یہ اُٹھایا گیا ہے کہ اُردن کے ایوانِ نمائندگان نے متفقہ طور پر ایک مسودۂ قانون کی منظوری دی ہے جسے تبلیغ، رہنمائی اور مساجد میں تدریس کا قانون ۱۹۸۵ء کا نام دیا گیا ہے۔ اس قانون کے ذریعے تبلیغ کرنے والوں، خصوصاً مساجد میں وعظ کہنے والوں پر یہ پابندی عاید کر دی گئی ہے کہ آئندہ وہ حکومت کی مرضی اور حکم کے منافی تقریر نہ کر سکیں گے۔ وہ "حکمت و دانش" کے خلاف کوئی بات نہ کریں گے ورنہ انہیں دوسروں پر اعتراضات اور تنقید کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اس قانون کے ذریعے ائمہ، خطیبوں اور دوسرے مبلغین کی مکمل طور پر زبان بندی کا سامان کر لیا گیا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں قید اور جرمانہ کیا جا سکے گا۔

بھارت کے مسلمانوں کا بے مثال اتحاد

شاہ بانو کیس اس لحاظ سے بابرکت ثابت ہوا کہ اس کے

خلاف احتجاج کرتے ہوئے پندرہ کروڑ بھارتی مسلمان جسد واحد کی طرح متحد ہو گئے۔ دہلی سے لداخ تک سبھی ایک ہی آواز گونج رہی ہے "مسلم پرسنل لا میں مداخلت بند کرو" اس مداخلت نے مسلمانوں کے ذاتی جھگڑے اور اختلافات ختم کر دیے ہیں۔ اگرچہ بھارتی حکومت نے احتجاج کو دبانے کے لیے کچھ سرکاری وظیفہ خواروں کو استعمال کرنے کی بھی کوشش کی۔ ایسے لوگ بھی سامنے آئے جن کے نام مسلمانوں جیسے تھے، مگر جن کی شہرت مسلمہ ہند کمیونسٹوں کی سی ہے۔ ان میں حمید دلوائی کی بیوہ بھی شامل تھیں جو اپنی لاش دفنانے کے بجائے جلائے جانے کی وصیت کر چکی ہیں ایسے لوگوں کے بیانات کو سرکاری پریس نے خوب اچھالا۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن سے ان کی تشہیر کی گئی لیکن اس سے مسلمانوں کے بے مثال اتحاد میں رخنہ اندازی نہ ہو سکی۔

بھارت کے مسلمان اب اس بات پر تل گئے ہیں کہ اس مسئلے کا مستقل حل یہ ہے کہ آئندہ وہ اپنے مقدمات متعصب اور لادین عدالتوں میں لے کر نہ جائیں گے اور اپنے لیے علیحدہ شرعی عدالتوں کے قیام کا مطالبہ کر دیں گے۔ اس ضمن میں ایک تجویز یہ آئی ہے کہ حکومت تمام عدالتوں میں مسلم جوڈیشل بنچ قائم کر دے۔ لیکن اس سے بھی خطرہ ہے کہ شاید مداخلت کے امکانات باقی رہیں۔ لہٰذا یہ تجویز بھی زیر غور ہے کہ مکمل خود مختار اسلامی عدالتیں قائم کی جائیں۔ بہار اور کیرالہ میں اگرچہ عدالتیں پہلے ہی خوش اسلوبی سے کام کر رہی ہیں۔ مسلم پرسنل لا بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ملک کے مختلف حصوں میں شرعی عدالتیں قائم کرے گا۔ اس سلسلے میں ایک تجویز یہ بھی سامنے آئی ہے کہ مساجد میں بنیادی عدالتی یونٹ قائم کیے جائیں۔ ان عدالتوں کو چلانے کے لیے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلبا اور علماء کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں، لیکن اس کے لیے ان حضرات کو جدید قوانین اور معاصر نظریات کی تعلیم دلانا ضروری ہے۔

مسلمانوں کے احتجاج اور ملی یگانگت کا ایک نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ اب اعلیٰ سرکاری حلقے بھی اس مسئلے کی سنجیدگی کو محسوس کرنے لگے ہیں۔ بھارتی وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی کا تازہ ترین انٹرویو اس ضمن میں خاصا حوصلہ افزا ہے۔ تامل زبان کے پندرہ روزہ "تغلق" کو انٹرویو دیتے ہوئے

مسٹر گاندھی نے کہا:

"مسلمانوں نے مجھے اپنے نقطۂ نظر سے آگاہ کرنے کے لیے ایک تفصیلی یادداشت پیش کی تھی اُسے دقتِ نظری سے پڑھنے کے لیے تو وقت نہیں، البتہ اس سے بنیادی طور پر جو کچھ مجھے معلوم ہو سکا ہے، وہ یہ ہے کہ ان کا اپنا قانون ہمارے موجودہ قوانین سے کہیں زیادہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ ہم اُن کے قوانین کو اپنے قوانین کا حصہ بنا سکتے ہیں۔ یہ ممکن ہوا تو مسئلے کا بہترین حل خود بخود نکل آئے گا"۔

راجیو گاندھی کے اس مصالحانہ رویّے کے پس منظر میں اسلامی بھائی چارے کے خوشگوار نظارے کے ساتھ ساتھ کچھ گرم گرم لہو بھی چھلکتا ہے۔ یہ لہو اُن شہیدوں کا ہے جنہوں نے اسی مسئلے پر احتجاج کرتے ہوئے کشمیر میں اپنی جانیں قربان کیں۔ یہ لہو پٹنہ میں اسلامی جمعیت طلبہ (STUDENTS ISLAMIC ORGANIZATION) کے اُن ۳۲ نوجوانوں کا ہے کہ جن کے پُرامن جلوس پر پولیس نے بہیمانہ فائرنگ کی۔ ایس آئی او کے ان نوجوانوں پر بھارتی پولیس نے اس قدر تشدد کیا کہ اُن میں سے اکثر ایسے ہیں جن کی ایک یا دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ بہت سے ایسے ہیں کہ جن کے جسموں سے ابھی تک گولیاں نہیں نکالی جاسکیں۔ یہ جانفروش ابھی تک پٹنہ کے مختلف ہسپتالوں میں داخل ہیں۔ شاید انھی قربانیوں کا صلہ ہے کہ مختلف مکاتبِ فکر کے لوگ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو چکے ہیں۔ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں اور بچے بھی اس محاذ پر پوری توانائیوں کے ساتھ سرگرمِ عمل نظر آتے ہیں۔ پٹنہ میں شدید زخمی ہونے والے ۲۸ سالہ شاہجہان کی اہلیہ بھی ان ہی میں سے ایک ہیں۔ اس خاتون کے شوہر کی ایک ٹانگ بُری طرح کچلی ہوئی ہے۔ مگر انہیں اس قربانی پر فخر ہے، ملال نہیں۔ ایک خط میں اس کا اظہار وہ یوں کرتی ہیں:

"ہم کو فخر ہے کہ ہمارے شوہر اسلام کی بقا کے لیے زخمی ہوئے ہیں اور بہنوں سے ہماری گذارش ہے کہ اپنے شوہروں کو اسلام کی راہ پر چلانے کی پوری پوری کوشش کریں"۔ (خواجہ نسرین بانو۔ اہلیہ خواجہ شاہجہان)

تازہ ترین معلومات کا خلاصہ یہ ہے:۔

معروف بھارتی صحافی کلدیپ نیر کے مطابق بھارتی حکومت کے خلاف مسلمان اپنی "جنگ"

جبیت گئے ہیں کہ مسلمانوں کے اتحاد کی برکت ہے کہ بھارتی حکومت نے مجبور ہو کر فیصلہ کر لیا ہے کہ ایسا قانون بنایا جائے جس سے آئندہ کے لیے مسلم پرسنل لا میں مداخلت کے امکانات ختم ہو جائیں۔ کلدیپ نیر کا کہنا ہے کہ اس مقصد کے لیے حکومت پارلیمنٹ کے آئندہ اجلاس میں بل پیش کرے گی۔ یہ بل نمائندہ علما اور مسلمان تنظیموں کے صلاح مشورے سے تیار کیا گیا ہے نئے قانون کے ذریعے مطلقہ خاتون کی ذمہ داری اس کے والدین، بھائیوں اور دوسرے افراد خاندان پر ڈال جائے گی مسودۂ قانون میں بھارت کے آئین کی دفعہ ۱۲۵ اور ۱۲۶ میں ترامیم تجویز کی گئی ہیں۔

نئی "اخوان" جماعت کا مجوزہ قیام مصر سے اطلاع ہے کہ اخوان المسلمون کے قائد جناب شیخ عمر تلمسانی بدلتے ہوئے حالات میں ایک نئی اسلامی سیاسی جماعت کے قیام کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مصر کی مسلم آبادی کی اکثریت اسلام سے گہری وابستگی رکھتی ہے۔ لیکن اپنے جذبات کے اظہار اور اپنے مقاصد کے فروغ کے لیے اس کے پاس کوئی پلیٹ فارم نہیں ہے۔ مصر کے موجودہ قوانین نے اس امر کی ضرورت اور بھی بڑھا دی ہے۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ اخوان کے دس ممبران اسمبلی وفد پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب لڑ کر ایوان میں گئے ہیں، لیکن قانوناً جماعتِ اخوان کے سیاسی جماعت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اخوان کے مطالبات اسمبلی میں نہیں اٹھا سکتے، نہ اخوان کے مقاصد اور لائحہ عمل کو فروغ دینے کے لیے کوئی کردار انجام دے سکتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مشکلات کے باوجود اخوانی ارکانِ پارلیمان قوانینِ شریعت کے مطالبہ نفاذ اور شراب نوشی اور فحاشی کے انسداد کی تحریکیں پیش کرنے کے لیے محاذ گرم رکھتے ہیں۔

اس وقت مصر میں عملاً ایک جماعتی نظام ہے۔ اپوزیشن پارٹیاں موجود ہیں اور حکومت کی پالیسیوں کے اختلافات کا عملی اظہار بھی ہوتا ہے، لیکن سرکاری سطح پر اپوزیشن پارٹیوں کا وجود نہیں حال ہی میں مصر کی اپوزیشن جماعتوں نے مطالبہ کیا ہے کہ انتخابات کے موجودہ قوانین تبدیل کر دیئے جائیں تاکہ ہر مکتبِ فکر اپنی پارٹی کے جھنڈے تلے اسمبلی میں پہنچے اور اپنی آزادرائے کے اظہار کا موقع ملے اور ملک کو جابرانہ نظام سے نجات مل سکے۔

برما کے مظلوم مسلمان برما کے مسلمانوں کی آزمائش جاری ہے۔ آٹھ برس پہلے نیون انتظامیہ

ہے صوبہ اراکان میں آباد مسلمانوں پر فوج کشی کی جس کے نتیجے میں ہزاروں بے گناہ شہید ہوئے۔ ہزاروں بھاگ گئے ہوتے راہوں میں مصائب کی تاب نہ لا کر چل بسے اور تیس ہزار سے زیادہ افراد ہجرت کر کے ہمسایہ ملک بنگلہ دیش میں پناہ گزین ہو گئے۔ اس کے بعد سے مظالم کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔ ۱۹۸۲ء میں ایک قانون کے ذریعے مسلمانوں کو برما کی شہریت سے کلی طور پر محروم کر دیا گیا۔ انہیں ملک کی مسلم اقلیت "روہنگی" کو نوٹس دیا گیا کہ وہ یا تو ثابت کریں کہ گزشتہ دو سو برس سے برما میں رہتی بستی چلی آئی ہے، یا ملک چھوڑ کر چلی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ روہنگی برما کی قدیم ترین قوم ہے، لیکن ان کے تمام دعوے باطل قرار پائے کہ وہ مسلمان تھے۔ غیر ملکی قرار دینے کے بعد مسلمانوں پر مظالم کے نئے طوفان ٹوٹنے لگے۔

حکومت نے حکم دیا کہ تمام غیر ملکیوں (مسلمانوں) سے وہ اراضی اور جائیداد چھین لی جائے جس پر صدیوں سے ان کا قبضہ ہے۔ جنہوں نے سرکاری حکم ماننے سے انکار کیا، انہیں جیلوں اور عقوبت خانوں میں ڈال کر ان پر کوڑے برسائے گئے۔ کچھ پولیس اور فوج کے مظالم سے ڈر کر گھروں کو چھوڑ کر جنگلوں میں بھٹکنے لگے۔ یہاں بھی فوجیوں نے ان کا تعاقب کیا تو ہجرت کر کے ہمسایہ ملک کے جنگلوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ کچھ پاکستانی اور خلیجی ریاستوں تک پہنچے۔ تھوڑی سی تعداد بھارت بھی گئی۔ انہیں بھارتی پولیس نے پکڑ لیا۔ آج بھی بھارتی جیل کیمپوں میں بہت سے برمی مسلمان قید ہیں۔ متعدد درخواستوں کے باوجود بھارتی حکومت نے ان کی مجبوری اور بے گناہی کو تسلیم نہیں کیا ہے۔

لاکھوں مسلمان ابھی تک برما میں موجود ہیں۔ ان کے خلاف ظلم کی کارروائی کی جا رہی ہے۔ زمینوں سے بے دخل کرنے کے بعد انہیں نقد رقوم اور کرنسی نوٹوں سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ گزشتہ سال حکومت نے اعلان کیا کہ ۱۰۰، ۵۰ اور ۲۰ کیات کے نوٹ منسوخ کر دیے گئے ہیں۔ تمام لوگ اپنے کرنسی نوٹ خزانے میں جمع کرا دیں۔ اس کے بدلے میں انہیں نئے نوٹ دیے جائیں گے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۵ء کرنسی نوٹ جمع کرانے کی آخری تاریخ تھی۔ یہ تمام کارروائی مسلمانوں کو بے دست و پا کرنے کے لیے کی گئی تھی۔ باقی لوگوں کو تو نئے نوٹ جاری کر دیے گئے۔ لیکن مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ صرف قومی رجسٹریشن سرٹیفکیٹ دکھا کر کے معاوضہ حاصل کر سکتے

ہیں۔ شہریت سے تو وہ پہلے ہی محروم تھے، یوں برسوں کی جمع پونجی سے بھی محروم کر دیے گئے ہیں۔

سنگاپور میں "تعمیر" اور "تخریب"

سنگاپور کی اسلامی تبلیغی تنظیم "جمعیت" نے اپنی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر نئے اسلامی مرکز کا افتتاح کیا ہے۔ یہ چار منزلہ مرکز تیس لاکھ ڈالر (تقریباً پانچ کروڑ روپے) کی لاگت [illegible] دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں اور حکومتوں نے عطیات دیے جب کہ کل اخراجات کا ایک تہائی ایک مقامی مسلمان خاتون حاجہ نامن بی نے مہیا کیا [illegible]

"جمعیت" سنگاپور کے مسلمانوں کی واحد غیر سرکاری تنظیم ہے جس کے اراکین اور ممبران کی تعداد پچیس ہزار سے زیادہ ہے [illegible] تنظیم کے [illegible] حکومت [illegible] مطالبات پیش [illegible] جمعیت [illegible] حکومت [illegible] مسلم [illegible] غیر مسلم عورت سے شادی کی اجازت مل گئی ہے۔ ایسی شادیاں باقاعدہ نکاح کے بغیر [illegible] حکومتی فیصلے کے خلاف [illegible] جمعیت [illegible] مسجد کمیٹی کے صدر [illegible] مسلم [illegible] حکومت کو لکھا ہے کہ [illegible] مسجد کو منہدم کرنے کے [illegible] مسجد [illegible] مسجد کو منہدم کر چکی ہے [illegible]

اس معاملے کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ حکومت میں شامل کچھ نام نہاد مسلمان بھی [illegible] کے فیصلے سے متفق ہیں [illegible] شہری اراضی میں [illegible] مساجد [illegible] پر متحد ہو کر احتجاج کر رہے ہیں۔

بحث ونظر

اُردو الحدیثہ[1] اور مسئلہ اصطلاحات

از الدکتور سلیم الدین

(۱)

جدید تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اُردو اصطلاحات کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے
کوئی شخص خواہ استاد ہو یا ڈاکٹر، وکیل، انجینیر، سیاست دان، تاجر، جغرافیہ دان، سائنسدان، محاسب، بنک کار یا کلرک ہو، ہر ایک یہ سوال کرتا ہے کہ فلاں چیز کو اُردو میں کیا کہیں گے،
ہوتا یہ ہے کہ چند اصطلاحات مل جاتی ہیں، بہت سی نہیں ملتیں۔ خصوصاً اعلیٰ تعلیمی سطحوں پر مشکلات پیش آتی ہیں۔

جو اصطلاحات اُردو میں موجود ہیں ان کا ماخذ مختلف زبانیں ہیں۔ مثلاً عربی، فارسی، ہندی ترکی، انگریزی وغیرہ۔ اندریں صورت اصطلاحات میں ہم آہنگی نہیں پائی جاتی اور وہ آسانی سے یاد بھی نہیں کی جاسکتیں۔ کیونکہ کوئی ایک زبان اصطلاحات کے اساسی ماخذ کے طور پر ہمارے سامنے نہیں ہے۔ انگریزی کو یہی فوقیت حاصل ہے کہ اس کی اصطلاحات کا اساسی ماخذ لاطینی زبان ہے۔ اُردو کے لیے کسی ایک زبان کو اس مقصد کے لیے اساسی حیثیت دینا ضروری ہے۔

اُردو کی اس ضرورت کو عربی بہترین طور پر پورا کرتی ہے کیونکہ اس میں بے انتہا فصاحت ہے۔ اصطلاحات کا ماخذ بننے کی صلاحیت موجود ہے۔ پہلے سے اصطلاحات وضع ہوتی رہی

[1] یعنی جدید اُردو

ہیں ۔ اور مصر اور بیروت کی تعلیم گاہوں اور عالمِ عربی کے اخبارات اور مصنفین کی تحریروں میں مستعمل ہیں ۔ لغت کی کتابوں میں شامل ہیں اور ان میں برابر اضافہ ہو رہا ہے ۔

اوّل تو ضرورت کی تمام اصطلاحات بنی بنائی اُردو والوں کو مل سکتی ہیں، نئی بنانی پڑیں تو مصر و بیروت کے پروفیسروں اور دانشوروں سے مشورہ لیے بغیر قدم نہ بڑھایا جائے جس طرح لاطینی اصطلاحات تمام یورپین زبانوں کے لیے منبع کا کام دے رہی ہیں، اسی طرح عربی اصطلاحات مشرقی زبانوں کے لیے منبع کا کام دیں گی ۔

اصطلاحات سازی میں چند مستثنیٰ صورتیں بھی ہوتی ہیں، مثلاً :-

۱ ۔ بعض اوقات کسی بھی دوسری زبان سے اکّا دکّا اصطلاحات اُٹھائی جاتی ہیں ۔

۲ ۔ بعض صورتوں میں اصل زبان کے اسمِ خاص ہی کو اختیار کر لیا جائے گا مثلاً ٹیلی وژن

اُردو چونکہ اب پاکستان یعنی پاکستان کی قومی زبان ہے اس میں جتنے زیادہ سے زیادہ عربی کے الفاظ داخل کر دیے جائیں اتنا ہی بہ حیثیت مسلمان ہمارے لیے مفید ہو گا ۔ یعنی بین الاقوامی تقاضوں کے تحت اُردو کو ایک مہم کے طور پر عربیانے کی ضرورت ہے ۔ بطورِ مثال مروجہ اُردو الفاظ و مرکبات کے مقابلے میں عربی الفاظ و مرکبات درج کیے جاتے ہیں جو بولنے اور لکھنے میں سہل ہیں ۔ ان کو اختیار کر لینا چاہیے ۔ ملاحظہ ہوں ۔

1 -	CASUALITY (DEPARTMENT)	شعبہ حادثات یا شعبہ ضرب شدید	قسم اسعاف السریع
2 -	X-RAY DEPARTMENT	شعبۂ ایکسرے	قسم الاشعاع
3 -	MALE NURSE	میل یا مرد نرس	ممرّد
4 -	FEMALE NURSE	عورت نرس	ممردہ
5 -	RECEPTION	استقبالیہ	استعلامات
6 -	VACCINATION	ٹیکہ	تطعیم
7 -	LEFT_RIGHT	چپ راست	یسر یمین
8 -	AIR LINES	ہوائی راستے (یا سروس)	خطوط الجویہ

اور مثالیں بھی ہیں، مگر ہم نے چند اہم کو پیش کر دیا ہے ۔

(۲)

ایڈیٹر ترجمان القرآن کی رائے

... ہیں ... جس کے تحت میرے لئے محترم بھائی ڈاکٹر
سلیم الدین صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اردو میں عربی اصطلاحات کو
رائج کرنے کی تجویز پیش کی ہے ... اس مسئلہ کا ایک پہلو ... دوسرا لسانی ...
۔ اگرچہ ... زبانوں کے ... ان کی نشوونما اور ان کے محاورں
... تبدیلی ... منطقی طور پر نہیں بلکہ ... تمدنی احوال کے ساتھ ساتھ
... ہوتی ہے۔ مثلاً ... کچھ الفاظ یا محاوروں یا
... پسند کر لیں۔ اگر وہ ... چڑھ جائیں تو کوئی روک نہیں سکتا ہے
اسی طرح ... کو مقبول عام بنانے کے لئے ہزار تدبیریں اختیار
کریں ... الفاظ، محاورات اور اصطلاحات کا
رائج ہونا اور ٹوٹ پھوٹ کر غائب ہو جانا بڑی حد تک غیر اختیاری عمل ہے۔ ...
... ایک وقت ... مولانا آزاد، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ظفر علی خاں کی اردو زبان کو رواج حاصل ہوا
تھا ... عربیت کا جز ... زبان آگے نہ چل سکی۔ نئی زبان
نے اس کی جگہ لے لی۔ ایک دور تھا کہ ... بالائی سطح سید سجاد حیدر
یلدرم کی تحریروں میں ملتی ہے۔ ... سطح اختر شیرانی ... ایک وہ طرز بیان تھا
جس کا ایک ... بلند ... پیش کیا۔ دوسرا ... اور تیسرا "ادب لطیف"
کا عنوان پانے والی نگارشات نے۔ مگر ... اٹھاتی اور کثیر اجزا کو پیچھے
چھوڑتی ... آ پہنچی ...
... بعض ... لیتے ہیں کہ حکومتوں نے ... اختیارات سے کام لے کر جبراً
کوئی زبان (یا نظامِ اصطلاحات) کسی قوم پر ... زبان ...

میں جو طریق اختیار کرتے تھے اس کے لیے جواب مددگار [illegible] دیگر طویل تعبیرات کے مقابلے کوئی اور طور پر زبان کو مصنوعی
طور پر کسی اچھے مقصد کے لیے بھی بدلنے کی ممکن نہیں ہے۔
ایک مثال دیتا ہوں۔ غالباً مولانا ظفر علی خان نے انگریزی کے لفظ [illegible] کا ترجمہ [illegible] کیا تھا۔ معنوی
تعلق کے ساتھ ساتھ لفظی مناسبت بھی موجود ہے اور اصطلاح خوبصورت ہے۔ مگر اسے رواج عام
نہ ہو سکا۔ لوگ آج انگریزی کے ہی بولتے اور لکھتے ہیں۔ اب آپ کیسے توقع کرتے ہیں کہ انگریزی کا
ترجمہ "قسم الاستماع" مقبول ہو سکے گا۔ شہری سے دیہاتی تک اور تعلیم یافتہ سے ان پڑھ
آدمی تک [illegible] سے مطلب ہے اور وہ چیز چلے گی جسے سب لوگ بولیں اور جلد سمجھ سکیں۔
قسم الاستماع [illegible] بہت سے طلبہ [illegible] مدرسوں میں جا کر [illegible] اسی طرح
"مستقبلیہ" [illegible] اچھی طرح مروج ہے اور اس کی بنیاد بھی عربی مادوں پر ہے۔ [illegible] کی جگہ
اگر آپ یہاں [illegible] بھی پاس کر دیں تو اصطلاحات کو رواج نہ مل سکے گا۔ [illegible]
انگریزی زبان کے [illegible] تسلط کی دو وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک حاکم قوم نے کئی برس اور
سالوں [illegible] اپنی پالیسیاں چلاتے ہوئے انگریزی کو ہم پر ٹھونسا اور تعلیم اور ملازمتوں اور ذرائع
معاش [illegible] موثر ذرائع [illegible] اس کی بنیادیں مضبوط کیں۔ دوسرے انگریزی زبان [illegible]
ایک عالمگیر تہذیب، ایک [illegible] تمدن [illegible] ہے اس کی [illegible]
ایجادات اور معاشی ترقیات اور [illegible] علوم و فنون جیسی [illegible] عربی [illegible] ایک
عظیم الشان تہذیب کے علمبرداروں کے ذریعے آگے بڑھی تھی اور [illegible]
اور مختلف علوم کی [illegible] اس کے ساتھ تھیں تو [illegible] مفتوح ہوتے چلے
گئے۔ اور کتنی ہی قوموں نے بغیر کسی جبر کے اپنی زبان چھوڑ کر عربی کو ایسا اپنایا کہ [illegible]
تو [illegible] کا سماں پیدا ہو گیا [illegible]

اب عربی کا علم اُٹھا کے چلنے کے لیے اسلام کی عظیم الشان تہذیب کے بلند کردار [illegible] سپاہی
موجود نہیں ہیں۔ اب ہم عربی سے اپنے دین کی وجہ سے جو محبت رکھتے ہیں [illegible] دوسروں کے
اندر تو کیا اتاریں گے، خود خادمانِ دین بلکہ رہنمایانِ دین کی صفوں میں ایک بڑی تعداد عربی سے
بے بہرہ ہے۔ اور ہمارے معاشرے میں عربی زبان بولنے سمجھنے والا جو طبقہ پایا جاتا ہے، معاشرے

ہیں اسے ایسی ذہنی قیادت اور سچی قبولیتِ عام حاصل نہیں ہے کہ وہ ایک اشارہ کرے تو لوگ "شکریہ" ادا کرنے کے بجائے "شکراً" کہنے لگیں۔

برادرم ڈاکٹر صاحب! یہاں متعدد ادارے، بورڈ اور کمیٹیاں اور جرائد اصطلاحات بنانے اور انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ کرنے کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اِن میں سے اکثر فارسی اور عربی کی اصطلاحات یا متعلقہ مادّوں کو بھی سامنے رکھتے ہیں، ساتھ ہی یہ سوچتے ہیں کہ قبولِ عام حاصل ہونے کا امکان کس لفظ یا ترکیب کے مقابلے میں کس لفظ یا ترکیب کے حصے میں جاتا ہے۔

ممکن ہے کہ میری گذارشات آپ کو یا دوسرے حضرات کو ناپسند ہوں، مگر میں جس چیز کو جس شکل میں حقیقت سمجھتا ہوں، اُسے اُسی طرح پیش کر سکتا ہوں۔ آپ کے مخلصانہ جذبے میں بھی حصہ دار ہوں، مگر عملاً صورت یہ ہے کہ زبان کا تیز رَو اور چوڑے پاٹ والا دریا تیزی سے بہہ رہا ہے، آپ یا میں ساحل پہ کھڑے ہو کر یا کسی کشتی میں بیٹھ کر نہ اپنی منطق سے اس کے رُخ کو بدل سکتے ہیں اور نہ اشارۂ ابرو سے اس کی موجوں کی اُفت و خیز میں کوئی تغیر پیدا کر سکتے ہیں۔

میری مؤدبانہ گذارش یہ ہے کہ ہر اُس شخص کو جو دین اور انسانیت کی خدمت کرنا چاہتا ہے، زیادہ کاوش اس امر کی کرنی چاہیے کہ وہ کسی بھی علاقے کے لوگوں کی مقبولِ عام زبان کو معلوم کرنے اور ان کے لسانی رجحانات اور صوتی ذوق کا صحیح اندازہ لگانے کی کوشش کرے اور پھر انتہائی سہل الفہم اور دل نشیں انداز سے لکھنے اور بولنے کی راہیں نکال کر دین اور دعوتِ دین کو پیش کرے۔ جہاں جہاں دین سے سچی محبت پیدا ہوگی، خدا و رسولؐ سے وابستگی بڑھے گی، وہاں از خود عربی زبان کی طرف بھی جھکاؤ ہوتا جائے گا۔ ہمارا اصل مقصود غلبۂ دین، اصلاحِ اخلاق اور فروغِ شائستگی ہے اور اس کام کے لیے دُنیا کی ہر زبان کو استعمال کرنا چاہیے۔ دُنیا کے ہر انسان کو پکارنے کے لیے ہم اُس کی پسندیدہ زبان، پسندیدہ الفاظ، پسندیدہ لہجوں اور پسندیدہ اصوات کو برت سکیں۔

اگر کوئی بات ناگوارِ خاطر ہو تو بہ ادب معذرت خواہ ہوں۔

رسائل و مسائل

خواتین، گھریلو فرائض اور تحریکی ذمہ داریاں

جناب مولانا عبدالمالک صاحب - ادارہ معارف اسلامی - منصورہ لاہور

تحریک اسلامی پاکستان کے حلقہ خواتین سے تعلق رکھنے والی ایک بہن نے اپنے ایک طویل مکتوب میں خواتین میں کام سے متعلق بعض سوالات دریافت کیے ہیں، ہم ذیل میں اس مکتوب کا خلاصہ دے رہے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد ان کے سوالات کے جوابات بھی دے رہے ہیں۔

سوال: مسلمان عورت پر فریضۂ اقامتِ دین کے سلسلے میں کیا ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں اور وہ اپنے گھریلو فرائض (جو اپنے شوہر، اولاد، گھر، والدین اور رشتہ داروں کے سلسلے میں اس پر عاید ہوتے ہیں) کے ساتھ ان ذمہ داریوں سے کس طرح عہدہ برآ ہوسکتی ہے۔ وہ اپنے وقت کا کتنا حصہ گھریلو فرائض کی ادائیگی کے لیے مختص کرے؟ اور کتنا حصہ اقامتِ دین کی جد و جہد کے لیے؟ نیز اس سلسلہ میں عورت اپنے گھر والوں (خاوند، بچوں اور دیگر اہل خانہ) کے مطالبات اور تحریکی نظم کے تقاضوں کے درمیان صحیح توازن کس طرح قائم کر سکتی ہے؟ خصوصاً جب کہ تحریک کے نظم (ناظمہ حلقہ) کی طرف سے یہ تقاضا ہو کہ موجودہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ تحریکی خواتین اپنے وقت کا زیادہ سے زیادہ حصہ تحریک کے لیے وقف کر دیں۔ اور گھر والوں کا، تحریکی تعلق

کے باوجود، یہ موقف ہو کہ عورت کو اپنے گھریلو فرائض کی قیمت پر تحریکی سرگرمیوں میں حصہ لینا بہر حال مناسب نہیں ہے۔ نیز اس بات پر بھی روشنی ڈالی جائے کہ آیا ایسے شوہروں کے رویے کو تحریکی پروگراموں کے دوران میں گفتگو اور تنقید کا موضوع بنایا جا سکتا ہے؟

اسی طرح خواتین کے فطری اعذار مثلاً ماہانہ بیماری، بارآوری، زچگی وغیرہ کے دوران میں نظم کا رویہ اپنی کارکنوں کے ساتھ کیسا ہونا چاہیے؟ کیا انہیں اپنی تحریکی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں رعایت دی جانی چاہیے یا نہیں؟

جواب: آپ کا تفصیلی استفسار ملا۔ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ علمی ذوق رکھتی ہیں اور مسائل پر علمی انداز میں سوچ و بچار کی کوشش میں لگی ہوتی ہیں۔ اللہ آپ کے اس ذوق و شوق میں اضافہ اور برکت پیدا فرمائے۔ آمین۔ سوالات کے جواب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اُمتِ مسلمہ پر فرض عاید ہوتا ہے کہ معروف کو قائم کرے اور منکر کو مٹائے۔ اور سب سے پہلا معروف اسلامی نظام کا قیام ہے۔ اگر قائم نہ ہو تو اسے قائم کیا جائے اور اگر قائم ہو تو اسے قائم رکھا جائے۔ یہ ایک اجتماعی فریضہ ہے اس لیے اُمتِ مسلمہ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس مقصد کے لیے ایک جماعت قائم کرے جس کی اوّلین ذمہ داری یہی ہو کہ وہ اس کام کو سرانجام دے۔

۲۔ تحریکِ اسلامی اس فرض کو ادا کرنے کے لیے وجود میں آئی ہے جو صرف اس پر نہیں بلکہ اُمتِ مسلمہ پر فرض ہے۔ اُمتِ مسلمہ کے ایسے افراد جو اقامتِ دین کا نظریہ رکھتے ہوں اور اپنے طور پر کسی نہ کسی شکل میں اقامتِ دین کے لیے جدوجہد کر رہے ہوں یا تحریکِ اسلامی کی حمایت و معاونت کر رہے ہوں یا کسی بھی ایسی تحریک کی حمایت و معاونت کر رہے ہوں جو اقامتِ دین کے لیے جدوجہد کر رہی ہو تو وہ اپنے فرض کو ادا کرنے والے شمار ہوں گے۔

۳۔ یہ حکم ہر دور کے لیے ہے اور اس میں حالات کے اُتار چڑھاؤ سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس دور کو اس لحاظ سے ہنگامی کہا جا سکتا ہے کہ اس میں اسلامی نظام قائم نہیں ہے لیکن اس کے ہنگامی دور میں اقامتِ دین کے فریضہ کو ادا کرنے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ ہر شخص مرد یا عورت میدان میں نکل کھڑا ہو بلکہ اس کا طریقہ یہی ہے کہ تحریکِ اسلامی اس کام کو کرے اور اس کے افراد اپنے دُنیاوی کاموں پر اس کام کو ترجیح دیں۔ ان کا اصل کام یہ ہو اور باقی کام ثانوی۔ لیکن ایسی صورت

نہیں ہے کہ اسی کام کو کریں باقی تمام کاموں کو چھوڑ دیں۔ بلکہ باقی کاموں کو بھی کریں۔ لیکن اُن کو ثانوی حیثیت دے کر۔ اس سے خود بخود یہ اصول نکل آیا کہ اعذار کی صورت میں ان کا لحاظ رکھا جائے گا۔ اور معذور افراد کے بجائے دوسروں سے کام لیا جائے گا۔

۴- چھوٹے بچوں کو دودھ پلانا، تحفظ کی معروف اور قابل اطمینان صورت کا میسر نہ آنا، حمل اور اسقاط ایسے اعذار ہیں کہ اُن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور ناظمہ کا فرض ہے کہ ان اعذار کو ملحوظ رکھ کر ڈیوٹی لگائے۔ اسی طرح یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ اس انداز سے کام شروع کر دیا جائے کہ خاوند اس پر مطمئن نہ ہو۔ اگر خاوند کا عدم اطمینان بے جا ہے تو اس وقت تک اس درجہ میں کام لیا جائے جس سے خاوند مطمئن ہو اور بتدریج اس کو اطمینان میں لے کر آگے قدم بڑھائے جائیں۔ اقامتِ دین کے لیے بعض مراحل بہر حال ایسے آتے ہیں جن میں ہر مرد اور عورت کو چاہے وہ معذور ہو یا غیر معذور لازماً شرکت کرنا پڑتی ہے اور ان مراحل کو ایک مومن مرد یا عورت کا ضمیر خود بخود ہی محسوس کر لیتا ہے۔ لیکن تمام کے تمام مراحل ایسے نہیں ہیں کہ اُن میں ہنگامی حالت کے حوالے سے عذر شرعی کو بھی معتبر قرار دیا جائے۔ اُصولی باتوں کے سلسلہ میں یہ پہلی اُصولی بات ہے۔ دوسری اُصولی بات یہ ہے کہ جن مردوں اور عورتوں نے تحریک اسلامی میں شمولیت کر لی ہے انھیں سمجھنا چاہیے کہ انھوں نے اس کام کو دوسرے کاموں پر اوّلیت دینی ہے اور اس سلسلہ میں نظم کی پابندی کرنی ہے۔ کیونکہ وہ اس تحریک کے فرد کی حیثیت اس کے بغیر نہیں رکھتے۔ اس لیے اعذار کے سلسلے میں کارکنوں کو اپنے سربراہ ناظم یا ناظمہ کو مطمئن کرنا چاہیے اور بلا اجازت غیر حاضری سے اجتناب کرنا چاہیے اور اختلاف کی صورت میں اپنے طور پر فیصلہ کرنے کے بجائے بالائی نظم سے رجوع کرنا چاہیے۔

۵- خاوند کے بارے میں صرف ایسے وقت میں گفتگو کی جا سکتی ہے جب کسی معاملہ میں اس سے متعلق کوائف مطلوب ہوں اور بیوی کے لیے شرعاً ضروری ہو جائے کہ وہ اس کے کوائف سے دوسروں کو آگاہ کرے۔ اس کے بغیر اس کی بُرائی بیان کرتے پھرنا غیبت کی تعریف میں آتا ہے۔

۶- آپ نے جن جزئیات کے بارے میں سوالات کیے ہیں ان میں سے ہر ایک کا جواب مذکورہ اُصولوں کی روشنی میں معلوم کر لیں اور ضرورت پیش آئے تو متعلقہ ناظمہ سے ان کی روشنی میں تصفیہ کر لیں۔

مطبوعات

LET US BE MUSLIMS مرتب: خرم جاہ مراد۔ ناشر: دی اسلامک فاؤنڈیشن، ۲۲۳ لنڈن روڈ لائسسٹر (LER 1ZE—U.K) ضخامت: ۳۱۱ صفحات، قیمت نامعلوم۔

یہ انگریزی ترجمہ ہے مولانا مودودیؒ کی مشہور ایمان افروز اور فکر انگیز کتاب خطبات کا۔ اس مختصر سادہ سی کتاب نے برصغیر میں کتنے ہی دلوں کو جھنجھوڑ دیا اور کتنے ہی کرداروں کی تعمیر نو کی۔ اب جناب خرم جاہ مراد نے اسلامک فاؤنڈیشن برطانیہ کے زیر اہتمام اسے انگریزی کا جامہ ایسی خوبی سے پہنایا ہے کہ نہ صرف ترجمہ پن کا کوئی اثر کتاب میں نہیں، بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی داعی نے خود برطانوی ذہنوں کو سامنے رکھ کر ان کی دل پسند زبان اور ترتیب کے ساتھ وہی مباحث پیش کیے ہوں جو خطبات میں ہیں۔ ایمان و اسلام سے بات شروع ہوتی ہے اور عبادات خمسہ سے ہوتی ہوئی جہاد کی تکمیلی عبادت تک پہنچتی ہے۔ یعنی ایک نظر میں اسلام کے چمن زارِ حقیقت کی سیر ہو جاتی ہے اور ایک متلاشیٔ حق کو اپنے بہت سے سوالات کے جواب مل جاتے ہیں۔

آج پراگندہ ذہنِ مغرب کو اسلام کے جاننے سمجھنے کی جتنی شدید ضرورت ہے اس کا تقاضا ہے کہ عقلی طور پر اطمینان بخش اور جذباتی طور پر مؤثر بہترین لٹریچر انگریزی اور دوسری مغربی زبانوں میں فراہم کیا جائے۔ قابلِ مبارک باد ہے "اسلامک فاؤنڈیشن" نامی ادارہ جو اس فرض کو باحسنِ وجوہ انجام دے رہا ہے۔

یادِ رفتگان حصہ دوم از جناب ماہر القادری مرحوم۔ مرتبہ: جناب طالب ہاشمی۔

ناشر: البدر پبلی کیشنز، راحت مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور۔ سفید کاغذ، صفحات: ۴۸۶، مجلد قیمت: ۶۰ روپے۔ (یقیناً موجودہ حالات میں یہ قیمت بہت کم ہے)۔

ماہر القادری مرحوم کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ انہوں نے علمی و ادبی دائرے میں

جو وسیع خدمات سرانجام دی ہیں، ان میں سے ایک "یادِ رفتگان" کا سلسلہ ہے۔ ماہر صاحب کے تعلقات اور روابطوں کا سلسلہ دور دراز تک پھیلا ہوا تھا۔ زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق سیکڑوں شخصیات اُن کے سامنے عالمِ جاوداں کو سدھاریں۔ جدا ہونے والوں کے بارے میں انہوں نے نہ صرف اظہارِ غم کیا، بلکہ سب کی شخصیتوں کی تصویریں بھی محفوظ کر دیں۔ چھوٹے چھوٹے واقعات اور لطائف اور شکر رنجیاں تک مذکور ہوئیں۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ متوفیان کے تذکروں کا تعلق تاریخی احوال سے بھی تھا۔ ان تحریروں میں علمی نکتے، ادبی لطافتیں، لسانی مسائل اور شاعری کے فنی رموز بھی بیان ہوئے ہیں۔ طالب ہاشمی صاحب نے اس سلسلے کی تحریروں کو بحسن و خوبی مرتب کر دیا ہے۔

اس قیمتی ادبی سرمایہ کا ایک حصہ ہاشمی صاحب نے پہلے پیش کیا تھا اور اب وہ دوسرا حصہ شائقین کے حوالے کر کے محسوس کرتے ہیں کہ "کارے کردم"۔

بہارِ وطن از سید نظر زیدی - ناشر: ادارۂ معارفِ اسلامی منصورہ، لاہور۔ سفید کاغذ، طباعت اچھی - ٹائیٹل خوش نما، صفحات: ۱۲۸ - قیمت: ۲۰/- روپے

یہ قومی اور ملّی نظموں کا مجموعہ ہے۔ اس کی رُوح محبّتِ وطن تو ہے، وطن پرستی نہیں۔ میں تبصرہ کے بجائے اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھے ہوئے اپنے چند الفاظ دہرائے دیتا ہوں:-

"پورا مجموعہ ملّت اور خصوصاً وطنِ پاکستان کو سربلندی کی دعوت دیتا ہے، کہیں امام حسینؓ کی شہادت کا سوز، کہیں سلطان ٹیپو کی جانفشانی کا کرب، کہیں لینن سے ناقدانہ خطاب، اور پھر قائداعظم، علامہ اقبال، نواب بہادر یار جنگ اور حکیم اجمل خاں کے لیے اظہارِ محبت اور اعترافِ عظمت --- اہلِ فلسطین کی بربادیوں کا گداز بھی نمایاں ہے اور افغانستان کے مجاہدین کے نشانۂ ظلم و جارحیت بننے کی تڑپ بھی"

سید نظر زیدی کی شاعری کی رُوح توانا، جذباتی کشمکش زوردار، پیرایۂ بیان عام فہم اور زبان سلیس ہوتی ہی ہے، مگر یہ کتاب تو ایسی ہے کہ ذی شعور طبقے سے لے کر طلبا اور

کم تعلیم یافتہ دیہاتی تک استفادہ کر سکتے ہیں۔

ہمارے پاک رسولؐ | از طالب الہاشمی - ناشر: البدر پبلی کیشنز - ۲۳- راحت مارکیٹ اُردو بازار- لاہور- سفید کاغذ، صفحات : ۲۳۲ - قیمت : دس روپے۔ (جو مارکیٹ ریٹ کے لحاظ سے ارزاں ہے)۔

ہمارے فاضل دوست اور مخلص بھائی طالب الہاشمی صاحب نے اب بچوں کے لیے کتابیں لکھنے کے اہم تر کام کا آغاز بھی کر دیا ہے۔ پچھلے عرصے میں نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نصابی اور غیر نصابی دونوں سطحوں پر بچوں کے لیے پیش کرنے کے چند تجربات ہوئے ہیں یہ تازہ تجربہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

رسول اللہ کی زندگی کے تمام اہم ابواب کو نہایت مختصر صورت اور آسان زبان میں پیش کرنے کی بہت اچھی کوشش ہے۔ مؤلف نے خاص اہتمام اس بات کا رکھا ہے کہ سیرت کے واقعات بہت صحت کے ساتھ نوجوانوں اور طلبہ تک منتقل ہوں۔ طالب ہاشمی صاحب کا مطالعہ برسوں سے سیرت اور سیر الصحابہ کے سلسلے میں بہت گہرا ہے اور ان کی نظر مآخذ پر ہے۔ اس لحاظ سے ان کی یہ کتاب مستند حیثیت رکھتی ہے۔

اسکولوں اور دیہات کی لائبریریوں اور بلدیاتی دارالمطالعوں میں اس کتاب کو ضرور جگہ ملنی چاہیے۔

"پکار" رفتار کار نمبر | مدیرہ : تسنیم اقبال فرحت۔ دفتر رابطہ : ۱۸/۸ شاد باغ، لاہور، ۳۹- ترجمان : اسلامی جمعیت طالبات پاکستان۔ قیمت فی شمارہ : ۴/۔ روپے

یہ رسالہ اعلیٰ تعلیم کے مراحل طے کرنے والی محب اسلام، پردہ پسند اور سرگرم عمل طالبات کا رسالہ ہے۔ پیش نظر شمارہ سالانہ اجتماع ۱۹۸۵ء کے، دروس، تقاریر اور کارکنوں کی رپورٹوں پر مشتمل ہے۔ طالبات کی اپنی محنت بڑی قابل قدر اور اُمید افزا ہے۔

کیا قافلہ جاتا ہے!

بزرگ، محب اور ساتھی اس طرح راہِ ابقا کو جا رہے ہیں جیسے کوئی قافلہ رواں ہو۔

تازہ صدمہ مولینا غلام حقانی جیسے مجاہدِ راہِ حق کی جدائی کا ہے۔ مرحوم ساٹھ برس پہلے سوات کے ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ تحصیلِ علم کے لیے دہلی جا کر مدرسہ فتح پوری میں داخل ہوئے۔ تکمیلِ تعلیم سے پہلے برِّصغیر کی تقسیم ہوگئی۔ ستمبر ۱۹۴۷ء میں مظلوم مسلمانوں کے قافلے کے ساتھ، بہتے خون اور بکھری لاشوں کے درمیان سے ہو کر واپس پہنچے۔ لاہور میں تعلیم مکمل کی۔ یہیں مولینا مودودی رحمہ اللہ سے متاثر ہوئے اور پھر ساری عمر تحریکِ اسلامی کی وادیٔ دور و دراز میں تگ و تاز کرتے گذار دی۔ اِدھر آتے ہی والیٔ سوات کے جبر و تشدد نے سولہ برس کی جلا وطنی پہ مجبور کر دیا۔

مولینا حقانی اپنے اخلاص، دینی بصیرت اور ایثار کی بنا پر جماعتِ اسلامی کے لیے نہایت قیمتی سرمایہ ثابت ہوئے۔ مرکزی مجلسِ شوریٰ اور مرکزی مجلسِ عاملہ کے رُکن اور صوبہ سرحد کے امیر رہے۔ جہادِ افغانستان اور مہاجرین کے سلسلے میں ان کی خدمات بڑی درخشاں ہیں۔

گذشتہ ایک برس سے شدید بیمار تھے۔ ۲۰ رفروری ۱۹۸۶ء کو وہ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ ان کے اہلِ خاندان اور

تمام محبّوں اور رفیقوں سے اظہارِ ہمدردی کے ساتھ دُعائے صبرِ جمیل۔

ایک اور پُرخلوص انسان اور محبت کیش ساتھی جو ۱۲ فروری کو ہم سے جُدا ہوئے وہ گوجرانوالہ کے عبدالمنان راز کاشمیری تھے۔ ۱۹۵۲ء میں دلّی دروازے کے باہر اسلامی جمعیت طلبہ کا جو اجلاس ہوا تھا، اس میں جمعیت کی رکنیت اختیار کی۔ بعد کے دَور میں تحریکِ اسلامی سے بھرپور تعاون رکھا وہ دوستوں پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرتے تھے۔ لاہور میں مدرسی کے مشغلے کے لیے گوجرانوالے سے آئے تھے۔ بہت اچھے نعت گو تھے۔ بڑی محنت سے مختلف شاعروں کی نعتیں "صلی اللہ علیہ وسلم" کی ردیف پر جمع کر کے شائع کرائیں۔ غزلوں کا مجموعہ بھی تیار کر لیا تھا۔ "جاگو اور جگاؤ" کے نام سے بچوں کے لیے شاعری کے شگوفے پیش کیے۔ اسلامی ذہن کے اہلِ نگارش سے محبت تھی اور ستیارہ سے بھرپور تعاون کرتے تھے۔ خدا اپنے اس درویش مزاج اور انکسار پسند بندے کو رحمتوں سے نوازے اور ان کے بچوں کو انہی کے سے خیالات و کردار سے آراستہ کرے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۴۰
مارچ ۱۹۸۶ء

مشمولات (جلد اوّل)

مُجلّہ

تذکرہ سیّد مودودیؒ

مقالات

- مولانا مودودیؒ — ایک سوانحی خاکہ — نعیم صدیقی
- مولانا مودودیؒ — ہمہ پہلو شخصیت — پروفیسر منظور الحق صدیقی (راولپنڈی)
- مولانا مودودیؒ — اور ان کے اسلاف — جناب فضل الٰہی قریشی (کوئٹہ)
- مولانا مودودیؒ — میدانِ صحافت میں — جناب ایچ بی خان (کراچی)
- مولانا مودودیؒ — عرب معاصر کی نظر میں — احمد محمد جمال (مکہ معظمہ)
- مولانا مودودیؒ — اسلامی دعوت کے اثرات — امین سراج (استنبول)

اور

جلد دوم
زیرِ تشکیل ہے

مکالمات — **احساسات**
(انٹرویوز) (سوالنامے کے جواب میں)

تأثّرات — **یادداشت** — **نوادرات**
(تأثّراتی مضامین) (غیر مطبوعہ ڈائریاں)

تقریباً — ۷۵۰ صفحات — سائز — ۳۰ × ۲۰ / ۸

زیرِ ادارت: مولانا نعیم صدیقی

معاون مدیران { جمیل احمد رانا
سلیم منصور خالد

بہت جلد منظرِ عام پر آ رہا ہے

ناشر: مرکز معارفِ اسلامی منصورہ، لاہور ۱۸